ساؤتھ ایسٹ ریجنل واقفینِ نو اجتماع ۲۰۰۸ء۔ وِلِنگبَرو۔ نیوجرسی

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ (2:258)

النور

جولائی۔اگست 2008

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ O

(الاخلاص : 4)

نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔

اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ

(بنی اسرائیل:41)

کیا تمہیں تو تمہارے ربّ نے بیٹوں کیلئے چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا بیٹھا؟

{700 احکام خُداوندی صفحہ 51}

قرآن کریم

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

(البقرة: 137)

تم کہو کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اُسکی اولاد پر اتارا گیا تھا اور جو کچھ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا تھا (اسی طرح) جو کچھ (باقی) انبیاء کو اُن کے ربّ کی طرف سے دیا گیا تھا۔ (اس تمام وحی پر) ایمان رکھتے ہیں۔ ہم اُن میں سے ایک (نبی اور دوسرے نبی) کے درمیان کوئی بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔

تفسیر: اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسلم وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء پر ایمان لائے اور نفسِ نبوت کے لحاظ سے اُن میں کوئی فرق نہ کرے۔ جن انبیاء کا اُسے علم ہو اُن کی نبوت کا نام لے کر اقرار کرے۔ اور جو معلوم نہیں اُن کی نبوت پر مجملاً ایمان لائے۔ یعنی یہ یقین کرے کہ ہر قوم میں خدا تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی نبی ضرور آیا ہے اور ہم سب کو سچا تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کی پیش کردہ تعلیموں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مانتے ہیں۔ پس جو شخص اپنے زمانہ یا اس سے پہلے زمانہ کے سب نبیوں کی نبوت کا اقرار کرے اور کسی نبی کا انکار نہ کرے وہ مسلم ہے۔ کیونکہ تمام نبیوں کی نبوت کا اقرار کرانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فقرہ فرمایا ہے کہ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ہم اسکے فرمانبردار ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اقرار کے بعد انسان مسلم بنتا ہے۔ اور یہ صرف اسلام ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ دنیا کے تمام انبیاء کی صداقت کا اقرار کرتا ہے۔ ہر مذہب کے پیرو اپنے اپنے مذہب کے نبیوں کی صداقت تو منواتے ہیں لیکن دوسری اقوام کے انبیاء کی صداقت منوانے کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ اسلام سب انبیاء کی صداقت کا اقرار کراتا ہے۔ خواہ وہ بنی اسرائیل میں آئے ہوں یا ہندو ایران کے لوگوں میں مبعوث ہوئے ہوں یا دنیا کے کسی اور ملک میں اصلاح کیلئے کھڑے کئے گئے ہوں مگر اس سے تفصیلی ایمان نہیں بلکہ صرف اجمالی ایمان مراد ہے۔ اگر تفصیلی ایمان مراد ہوتا تو وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ فرما کر اُن نبیوں کا ذکر نہ کیا جاتا جن کا نام بھی ہمیں معلوم نہیں اور جن کے حالات کا قرآن کریم نے کہیں ذکر نہیں کیا مگر پھر بھی اجمالی طور پر اُن پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 210-211)

احادیثِ مبارکہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷜ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ اُحْسِنَ بُنْیَانُهٗ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔

(بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین۔ مسلم صفحہ 228/2۔ ترمذی صفحہ 544/2۔مشکوٰۃ صفحہ 511)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اور سابقہ نبیوں کی مثال اس محل کی طرح ہے جس کی تعمیر بڑے خوبصورت انداز میں ہوئی لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ لوگ اس محل میں گھوم پھر کر دیکھتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے لیکن دل میں کہتے ہیں یہ اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی گئی پس میں ہوں جس نے اس اینٹ کی جگہ کو پر کیا۔ میرے ذریعہ یہ عمارت تکمیل میں اعلیٰ اور حسن میں بے مثال ہو گئی ہے اسی لئے مجھے رسولوں کا خاتم بنایا گیا ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کا خاتم ہوں۔

كُنْتُ مَكْتُوْبًا عِنْدَ اللهِ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَاَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنِهٖ۔

(مسند احمد صفحہ 127/4 کنز العمال صفحہ 112/6)

آنحضرت ﷺ نے ایک بار فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس وقت سے خاتم النبیین لکھا گیا ہوں جبکہ ابھی آدم کو گارے اور پانی سے ٹھوس شکل دی جارہی تھی یعنی اس کی ساخت کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

عَنْ ثَوْبَانَ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاِنَّهٗ سَیَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

(ابو داؤد کتاب الفتن)

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت میں تیس (30) جھوٹے خروج کریں گے وہ سب کے سب دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ اور (میرے بعد میری پیروی سے آزاد، مستقل یا نئی شریعت لانے والا) کوئی نہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ ؕ لَایَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی۔

جو شخص اپنے ربّ کے پاس مجرم ہو کر آئے گا اس کیلئے جہنم ہے وہ اس جہنم میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا اور خود انسان جب کہ اپنے نفس میں غور کرے کہ کیونکر اس کی روح پر بیداری اور خواب میں تغیر آتے رہتے ہیں تو بالضرور اس کو ماننا پڑتا ہے کہ جسم کی طرح روح بھی تغیر پذیر ہے اور موت صرف تغیر اور سلب صفات کا نام ہے ورنہ جسم کے تغیر کے بعد بھی جسم کی مٹی تو بدستور رہتی ہے لیکن اس تغیر کی وجہ سے جسم پر موت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے:

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

کیا تم اپنی جانوں میں غور نہیں کرتے

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسانی روح میں بڑے بڑے عجیب وغریب خواص اور تغیرات رکھے گئے ہیں کہ وہ اجسام میں نہیں اور روحوں پر غور کر کے جلد تر انسان اپنے ربّ کو شناخت کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بھی ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو شناخت کر لیا اس نے اپنے ربّ کو شناخت کر لیا۔ پھر ایک اور جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰی یعنی میں نے روحوں کو پوچھا کہ کیا میں تمہارا پیدا کرنے والا نہیں تو تمام روحوں نے یہی جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ روحوں کی فطرت میں یہی منقش اور مرکوز ہے کہ وہ اپنے پیدا کنندہ کی قائل ہیں اور پھر بعض انسان غفلت کی تاریکی میں پڑ کر اور پلید تعلیموں سے متاثر ہو کر کوئی دہریہ بن جاتا ہے اور کوئی آریہ اور اپنی فطرت کے مخالف اپنے پیدا کنندہ سے انکار کرنے لگتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے باپ اور ماں کی محبت رکھتا ہے یہاں تک کہ بعض بچے ماں کے مرنے کے بعد مر جاتے ہیں پھر اگر انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں اور اس کی پیدا کردہ نہیں تو خدا کی محبت کا نمک کس نے ان کی فطرت پر چھڑک دیا ہے اور کیوں انسان جب اس کی آنکھ کھلتی ہے اور پردہ غفلت دُور ہوتا ہے تو دل اس کا خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور محبت الٰہی کا دریا اس کے صحن سینہ میں بہنے لگتا ہے آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے جو ان کو محبت الٰہی میں دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے وہ خدا کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ تمام چیزیں اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔ پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہو گیا اور کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خدا تعالیٰ کے ساتھ روحوں میں رکھ دیں۔ یہ مقام سوچنے کا مقام ہے اور یہی مقام ایک سچی معرفت کی کنجی ہے۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 166)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

شانِ اسلام

دل میں یہی ہے ہر دَم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

جلد آمرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے
مُنہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے

کہتے ہیں جوشِ اُلفت یکساں نہیں ہے رہتا
دل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے

ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دلبر
جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے

دُنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے

مشتِ غبار اپنا تیرے لئے اُڑایا
جب سے سنا کہ شرطِ مہرووفا یہی ہے

دلبر کا دَرد آیا حرفِ خودی مٹایا
جب میں مَرا جِلایا جامِ بقا یہی ہے

اس عشق میں مصائب سَو سَو ہیں ہر قدم میں
پر کیا کروں کہ اس نے مجھ کو دیا یہی ہے

حرفِ وفا نہ چھوڑوں اس عہد کو نہ توڑوں
اس دلبرِ ازل نے مجھ کو کہا یہی ہے

جب سے ملا وہ دلبر دُشمن ہیں میرے گھر گھر
دل ہوگئے ہیں پتھر قدروقضا یہی ہے

مجھ کو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے دَر پہ آتے
تیغ و تبر دکھاتے ہر سُو ہَوا یہی ہے

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہشیار ساری دُنیا اک باؤلا یہی ہے

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے جڑے رہنے اور خلافت سے وابستہ رہنے کے لئے اطاعت کے وہ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے جو اعلیٰ درجہ کے ہوں۔

جو نظام حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں نظام خلافت کے قائم کرنے سے قائم ہوا ہے اس کی بھی اطاعت کرو۔

امراء اور مرکزی عہدیداران اگر چاہتے ہیں کہ جماعت کے تعاون اور اطاعت کے معیار بڑھیں تو خود خلیفۂ وقت کے فیصلوں کی تعمیل اس طرح کریں جس طرح دل کی دھڑکن کے ساتھ نبض چلتی ہے۔

ہر عہدیدار اپنے سے بالا عہدیدار کی اطاعت کرے۔ ہر احمدی ہر عہدیدار کی اطاعت کرے۔

مربّیان کی بہت بڑی ذ مہ دار ی ہے کہ جماعت میں اطاعت کی روح پیدا کریں

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 09/جون 2006ء بمقام مئی مارکیٹ۔ منہائیم (جرمنی)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا
(سورۃ النساء آیت:60)

جماعت احمدیہ میں خلافت کی اطاعت اور نظام جماعت کی اطاعت پر جو اس قدر زور دیا جاتا ہے یہ اس لئے ہے کہ جماعتی نظام کو چلانے کے لئے یک رنگی پیدا ہونی ضروری ہے اور اس زمانے کے لئے جو آنحضرت ﷺ کا اعلان ہے کہ مسیح موعودؑ کے آنے کے بعد جو خلافت قائم ہونی ہے وہ عَلٰی مِنْہَاجِ النُّبُوَّۃ ہونی ہے اور وہ دائمی خلافت ہے اور جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ:

’’خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔

ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں''۔

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 309)

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس دائمی قدرت کے ساتھ وابستہ رہنے کے لئے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے جُڑے رہنے اور خلافت سے وابستہ رہنے کے لئے، اطاعت کے وہ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے جو اعلیٰ درجہ کے ہوں جن سے باہر نکلنے کا کسی احمدی کے دل میں خیال تک پیدا نہ ہو۔ بہت سارے مقام آ سکتے ہیں جب نظام جماعت کے خلاف شکوے پیدا ہوں۔ ہر ایک کی اپنی سوچ اور خیال ہوتا ہے اور کسی بھی معاملے میں آراء مختلف ہو سکتی ہیں، کسی کام کرنے کے طریق سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن نظام جماعت اور نظام خلافت کی مضبوطی کے لئے جماعتی نظام کے فیصلہ کو یا امیر کے فیصلہ کو تسلیم کرنا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ خلیفۂ وقت نے اس فیصلے پر صاد کیا ہوتا ہے یا امیر کو اختیار دیا ہوتا ہے کہ تم میری طرف سے فیصلہ کر دو۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ یہ فیصلہ غلط ہے اور اس سے جماعتی مفاد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے تو خلیفۂ وقت کو اطلاع کرنا کافی ہے۔ پھر خلیفۂ وقت جانے اور اس کا کام جانے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ذمہ دار اور نگران بنایا ہے اور جب خلیفہ، خلافت کے مقام پر اپنی مرضی سے نہیں آتا بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات اس کو اس مقام پر اس منصب پر فائز کرتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ اس کے کسی غلط فیصلے کے خود ہی بہتر نتائج پیدا فرما دے گا۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ خلافت کی وجہ سے مومنوں کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا۔ مومنوں کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے احکامات کی بجا آوری کریں اور اس کے رسول کے حکموں کی پیروی کرنے کی کوشش کریں اور کیونکہ خلیفہ نبی کے جاری کردہ نظام کی بجا آوری کی جماعت کو تلقین کرتا ہے اور شریعت کے احکامات کو لاگو کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے اس کی اطاعت بھی کرو اور اس کے بنائے ہوئے نظام کی اطاعت بھی کرو۔ اور افراد جماعت کی یہ کامل اطاعت اور خلیفہء وقت کے اللہ کے آگے جھکتے ہوئے، اس سے مدد مانگتے ہوئے کئے گئے فیصلوں میں اللہ تعالیٰ اپنی جماعت کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے اور اپنے بنائے ہوئے خلیفہ کو دنیا کے سامنے رُسوا ہونے سے بچانے کے لئے برکت ڈال دے گا۔ کمزوریوں کی پردہ پوشی فرما دے گا اور اپنے فضل سے بہتر نتائج پیدا فرمائے گا اور من حیث الجماعت اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کو ہمیشہ بڑے نقصان سے بچا لیتا ہے اور یہی ہم نے اب تک اللہ تعالیٰ کا جماعت سے اور خلافت احمدیہ سے سلوک دیکھا ہے اور دیکھتے آئے ہیں۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ....

(سورۃ النساء آیت:60)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکّام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں اولوالامر سے اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو۔ اگر فی الحقیقت تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر طریق ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

یعنی تمہارا کام اطاعت کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پوری پیروی کرو۔ پہلے اپنے آپ کو دیکھو کہ تم اللہ کے حکموں کی پیروی کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے جو احکامات اتارے ہیں، پہلے تو ان کا فہم و ادراک حاصل کرو، کیا وہ تمہیں حاصل ہو گیا ہے۔ اور جب مکمل طور پر حاصل ہو گیا ہے تو پھر اُن احکامات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ اور جب ایک شخص خود اس پر عمل کرنے لگ جائے گا اور اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر بھی عمل کر رہا ہو گا تو پھر وہ شاید اپنے خیال میں یہ کہنے کے قابل ہو سکتا ہے کہ ہاں اب مَیں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، یہ آیت ہمیں کچھ اور بھی کہتی ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم علمی اور عملی لحاظ سے احکام شریعت کے بہت پابند ہیں اور علم رکھنے والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جو غیب کا علم بھی رکھتا ہے اور حاضر کا علم بھی رکھتا ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے اس کا علم بھی رکھتا ہے اس کو پتہ تھا کہ اگر صرف اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا کہہ دیا تو کئی نام نہاد علماء اور بزعم خویش سنت رسولؐ پر چلنے والے پیدا ہوں گے اور جو جماعت کی برکت ہے وہ نہیں رہے

گی اور ہر ایک نے اپنی ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی ہو گی اور اپنے محدود علم کو ہی انتہا سمجھیں گے اور آج ہم مسلمانوں میں دیکھتے ہیں تو یہی کچھ نظر آتا ہے۔ لیکن یہ جو زعم ہے کہ ہم اللہ اور رسول کے حکم پر عمل کر رہے ہیں، اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے یہ کہلوا کر ختم کر دیا کہ مسیح موعود کے آنے کے بعد اس کو ماننا ضروری ہے اور پھر اس کے بعد جو خلافت عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃ قائم ہونی ہے اس کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ ورنہ یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کر لی۔ اور پھر اس سے آگے اللہ تعالیٰ نے نظام جماعت میں یکرنگی پیدا کرنے کے لئے اور اس نظام کی حفاظت کے لئے یہ بھی فرما دیا کہ اولوالامر کی بھی اطاعت کرو۔ صرف مسیح موعودؑ کو جو مان لیا اس کے بعد جو نظام مسیح موعودؑ کی جماعت میں، نظام خلافت کے قائم ہونے سے قائم ہوا ہے اس کی بھی اطاعت کرو۔

آج ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اور ہم اس نظام میں پروئے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی سنت کی طرف بھی توجہ دلاتا رہتا ہے اور ہم دوسرے مسلمان فرقوں کی طرح بکھرے ہوئے نہیں بلکہ خلافت کی برکت کی وجہ سے ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے وعدے کے مطابق علوم ظاہری و باطنی سے پُر، ذہین اور فہیم، ایسا موعود بیٹا عطا فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ہم میں چھوٹی سے چھوٹی سطح سے لے کر ملکی اور پھر مرکزی سطح پر ایک ایسا جماعتی ڈھانچہ بنا کر دے دیا جس میں نہ صرف جماعت کے انتظامی معاملات بلکہ تربیتی، تبلیغی، تعلیمی، تمام قسم کے معاملات جو ہیں، سب کا ایک اعلیٰ انتظام موجود ہے۔ پھر جماعت کے ہر طبقے کو اس کی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنے کے لئے، ہر طبقے کے ہر شخص کو جماعتی معاملات میں شامل کرنے اور اس کو اس کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے ذیلی تنظیموں، خدام، اطفال، لجنہ، ناصرات، انصار کا قیام فرمایا۔ آج یہی وجہ ہے کہ جماعت کا ہر وہ شخص، ہر وہ بچہ اور جوان اور عورت جس کا اپنی تنظیموں سے ابتدائی عمر سے رابطہ ہے وہ ان تنظیموں میں شمولیت کی وجہ سے جماعتی ڈھانچے اور اطاعت کے مضمون کو سمجھتے ہیں۔ ان تنظیموں میں ابتداء سے حصہ لینے والے کو علم ہے کہ ان کی حدود کیا ہیں، اس کی ذیلی تنظیموں کی حدود کیا ہیں جماعتی نظام کی اہمیت کیا ہے اور خلیفۂ وقت کی اطاعت کس طرح کرنی ہے۔ لیکن بعض دفعہ دنیاداری کی وجہ سے اپنی اہمیت اور انا کی وجہ سے بعض لوگوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے اور باوجود اس اہمیت کا علم ہونے کے کہ اطاعت میں کتنی برکت ہے بعض ایسی باتیں کر جاتے ہیں جس سے اگر جماعتی نظام متاثر نہ بھی ہو تو پھر بھی بعض کمزور ایمان والوں یا نئے آنے والوں کے لئے ٹھوکر کا باعث بن جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کمیشن کسی بارے میں قائم ہوا ہے کہ تحقیق کر کے بتائیں، بعض لوگوں کے بعض معاملات کی رپورٹ دیں یا بعض دفعہ کوئی معاملہ خلیفہ وقت کی طرف سے بھجوایا جاتا ہے کہ اس بارے میں جائزہ اور رپورٹ دیں تو تحقیق کرنے کے بعد یا جائزہ لینے کے بعد جو رپورٹ بھجوائی جاتی ہے اگر خلیفۂ وقت اس کے مطابق کوئی فیصلہ نہ کرے تو اور کچھ نہیں کہہ سکتے تو جماعت میں یا کم از کم اس طبقے میں یہ بات کہہ کر بے چینی پیدا کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو یوں لکھا تھا پتہ نہیں نیشنل امیر نے یا مرکزی عاملہ نے رپورٹ بدل کر بھیج دی ہے یا خلیفۂ وقت نے اس کے الٹ فیصلہ دیا ہے۔ بہرحال ہم نے تو یہ رپورٹ نہیں دی تھی۔ تو یہ ایسی بات ہے جو یقیناً جماعت میں فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہئے۔ اگر کسی سطح پر آپ لوگوں کو خدمت کا موقع دیا گیا ہے تو اس کو فضل الٰہی سمجھیں اور اُن حدود کے اندر ہی رہیں جو مقرر کی گئی ہیں اور اپنی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ بعض لوگ بیوقوفی اور کم علمی کی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں، بعض اپنی انا کی وجہ سے۔ اور مختلف ملکوں میں ایسے معاملات اکا دکا اٹھتے رہتے ہیں اور توجہ دلانے پر پھر احساس بھی ہو جاتا ہے اور معافی بھی مانگتے ہیں۔

لیکن آج مَیں خطبے میں اس بات کا ذکر اس لئے بھی کر رہا ہوں کہ یہ سب کو بتا دوں کہ جو فتنے کے لئے یہ باتیں کرتے ہیں ان کے علم میں آ جائے کہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کافی میچور (Mature) ہو چکی ہے۔ اپنی بلوغت کو پہنچ چکی ہے اور ایسے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے خدمت کا موقع دے دیا ہے وہ بھی اپنی نظر اور سوچ کو اپنی ذات کے محور سے نکالیں۔ پھر بعض لوگ اپنی رائے

اور عقل کو سب سے بالا سمجھتے ہیں وہ بھی اس خول سے نکلیں۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں عقل رکھنے والے بھی بہت ہیں۔ علم رکھنے والے بھی بہت ہیں، تقویٰ پر چلنے والے بھی بہت ہیں، تعلق باللہ والے بھی ہیں، اس لئے ہر خدمت گزار جس کو کسی بھی سطح پر خدمت کا موقع ملتا ہے جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتے ہوئے اور کامل اطاعت کے ساتھ اس خدمت کی برکات سے فیض اٹھائیں ورنہ اگر کوئی بھی عہدیدار کسی بھی سطح پر کھلے دل سے اور بغیر کوئی خیال دل میں لائے خلیفۂ وقت کی اطاعت نہیں کرے گا تو اس کے عہدے کی حدود میں اس سے نیچے کام کرنے والے بھی اس کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اور کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ایک وقت تک ایسے لوگوں کو موقع دیتا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا خدمت کو اللہ کا فضل سمجھیں، ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ ایسے لوگوں کی وہاں تک پردہ پوشی ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے جب تک کہ ان کی خدمت جماعت کے مفاد میں رہے۔

یہاں مَیں خطبہ دے رہا ہوں اس لئے یہ واضح کر دوں کہ صرف یہاں نہیں بلکہ بعض دوسرے ملکوں میں بھی بعض عہدیدار اپنے آپ کو عقلِ کُل سمجھتے ہیں اور وہ بھی اپنے تکبر اور انانیت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی اپنے خول سے باہر آنا چاہئے۔ کیونکہ یہی عادت بن چکی ہے کہ جہاں خطبہ دیا جا رہا ہو، لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف وہی مخاطب ہیں۔ بلکہ جہاں جہاں بھی یہ بیماریاں یا برائیاں ہیں اور ہر جگہ کے وہ لوگ، لوگوں کے خطوط کے ذریعہ سے میرے علم میں آتے رہتے ہیں، ہر اس جگہ پر جہاں ایسے لوگ موجود ہیں جن کے ذہنوں میں خنّاس سمایا ہوا ہے ان کو اس سے باہر نکلنا چاہئے اور استغفار کرنی چاہئے۔

دوسرے نیشنل امراء سے مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب کسی بھی قسم کی تحقیق کے لئے کمیشن بناتے ہیں تو تلاش کر کے تقویٰ شعار لوگوں کے سپرد یہ کام کیا کریں۔ یا اگر میرے پاس کسی کمیشن کے بنانے کی تجویز دی جاتی ہے تو ایسے لوگوں کے نام آیا کریں جو تقویٰ پر چلنے والے ہوں اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں اور اطاعت کے اعلیٰ معیار کے حامل ہوں۔ کسی بھی فریق سے ان کا کسی بھی قسم کا تعلق نہ ہو۔ اسی طرح امراء اور مرکزی عہدیداران کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ اگر وہ چاہتے ہیں کہ جماعت کے تعاون اور اطاعت کے معیار بڑھیں تو خود خلیفۂ وقت کے فیصلوں کی تعمیل اس طرح کریں جس طرح دل کی دھڑکن کے ساتھ نبض چلتی ہے۔ یہ معیار حاصل کریں گے تو پھر دیکھیں کہ ایک عام احمدی کس طرح اطاعت کرتا ہے کیونکہ ایک احمدی کے لئے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے اور اس یقین پر قائم ہے کہ اب یہ سلسلۂ خلافت چلنا ہے انشاء اللہ اور جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دائمی اور ہمیشہ رہنے والا سلسلہ ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان میں ترقی کرنے والے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے والے ہوں گے، تو احمدی کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد سب سے زیادہ اطاعت اولوالامر کے طور پر خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے۔ پھر مرتبے کے لحاظ سے ہر سطح پر جماعتی نظام کا ہر عہدیدار قابل اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نظام اور اولوالامر کی اطاعت یہ معیار بنے گی تمہارے ایمان کی حالت کی اور اس بات کی کہ حقیقت میں تم یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ اس یقین پر قائم ہو کہ مرنے کے بعد خدا کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہاں یہ سوال بھی ہونا ہے کہ تم نے اپنی بیعت کے بعد اپنی اطاعت کے معیار کو کس حد تک بڑھایا ہے۔ وہاں غلط بیانی ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ جسم کے ہر عضو نے گواہی دینی ہے اور اس دن کسی کا کوئی عضو بھی اس کے اپنے کنٹرول میں نہیں ہوگا اس کی اپنی بات نہیں مانے گا بلکہ وہی کہے گا جو حق ہے، حقیقت ہے اور سچ ہے۔ پس اگر آخرت پر یقین ہے اور بہتر انجام چاہتے ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ اولوالامر کے ہر حکم کو بھی مانو۔ اس کی کسی بات کو تخفیف کی نظر سے نہ دیکھو۔ کیسے ہی حالات ہوں اطاعت کا دامن کبھی نہ چھوڑو۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اس سے دنیاوی حاکم بھی مراد ہیں۔ ان کی اطاعت کرنا بھی فرض ہے اور سوائے اس کے کہ وہ کوئی غیر شرعی حکم دیں تم نے اطاعت کرنی ہے۔ تو یہ عمومی حکم ہر ایک کے لئے ہے۔ عہدیداروں کے لئے بھی ہے اور عام احمدی کے لئے بھی ہے۔ بلکہ اللہ اور رسول کی طرف لوٹنے کا حکم اس لئے ہے کہ اگر کوئی دنیاوی حاکم کوئی ایسا حکم دے جو غیر شرعی ہو تو اللہ اور رسول سے رہنمائی لو، قرآن اور سنت سے رہنمائی

لو۔ جماعتی نظام میں تو تمہیں یہ حکم نہیں ملنا جو خلاف شریعت ہو۔ نہ خلیفۂ وقت کی طرف سے شریعت کے خلاف کوئی حکم دیا جائے گا۔

دنیاوی حاکموں کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اگر حاکم ظالم ہو تو اس کو برا نہ کہتے پھرو، بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو۔ خدا اس کو بدل دے گا یا اسی کو نیک کر دے گا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا ستارہ ہوتا ہے۔ مومن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو''۔

(الحکم جلد 5 نمبر 19 مورخہ 24/ مئی 1901ء صفحہ 9)

تو ہر احمدی کو یہ سوچنا چاہئے کہ حکم عمومی طور پر ہر ایک کے لئے ہے۔ اس نے تو بہر حال اپنے نظام اور جو بھی عہدیدار ہے اس کی اطاعت کرنی ہے کیونکہ وہ خلیفۂ وقت کا قائم کردہ نظام ہے۔ لیکن عہدیداروں کو بھی یہ سوچنا چاہئے کہ انہوں نے اگر اطاعت کے معیار بڑھانے ہیں تو خود بھی اطاعت کے اعلیٰ نمونے قائم کریں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذّت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے''۔

اپنی جو نفسانی خواہشات، انائیں، جھوٹی عزتیں ہیں ان کو اطاعت کے لئے ذبح کرنا پڑتا ہے۔ ہر سطح پر ہر احمدی کو ایک عام احمدی سے لے کر (عام تو نہیں بلکہ ہر احمدی خاص ہے کیونکہ اس نے زمانے کے امام کو مانا ہے، عام سے میری مراد یہ ہے کہ ایک احمدی جو عہدیدار نہیں ہے، اس سے لے کر) بڑی سے بڑی سطح کے عہدیدار تک، ہر ایک کو اپنی نفس کی خواہشات کو کچلنا ہوگا۔ اور وہ اسی وقت پتہ لگتا ہے جب اپنے خلاف کوئی بات ہو۔ جہاں تک دوسروں کے معاملات آتے ہیں، ہر ایک بڑھ بڑھ کر اپنی سچائی ظاہر کرنے کے لئے گواہیاں دے رہا ہوتا ہے۔ لیکن جہاں اپنا معاملہ آ جائے یا اپنے بچوں کا معاملہ آ جائے وہاں جھوٹ کو بنیاد بنا لیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ:

''اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدُوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی''۔

اگر یہ نفس کو ذبح نہیں کرتے تو اس کے بغیر اطاعت ہی نہیں کرتے ''اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے''۔ بڑے بڑے جو دعویٰ کرنے والے ہیں کہ ہم عبادت کرنے والے ہیں اور ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں اور اللہ کو ایک جاننے والے ہیں اور اس کا تقویٰ ہمارے دل میں ہے، خوف ہے۔ جب اپنے معاملے آتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا تو پھر یہ سب چیزیں نکل جاتی ہیں۔ پھر نفس بت بن کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ پس دیکھیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ اپنے نفس کی اَنا کو دبانا بہت مشکل ہے۔

پس اگر اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے تو صرف زبانی نعروں سے یہ رضا حاصل نہیں ہوگی کہ ہم ایک خدا کو ماننے والے ہیں اور اس کی عبادت کرنے والے ہیں بلکہ امام الزمان، اس کے خلیفہ اور اس کے نظام کے آگے یوں سر ڈالنا ہوگا کہ انانیت کی ذرا سی بھی ملونی نظر نہ آئے، کچھ بھی رمق باقی نہ رہے۔ ورنہ تو یہ انانیت کے بُت اس نظام کے خلاف کھڑے نہیں ہوتے بلکہ پھر یہ خلیفۂ وقت کے مقابلے پہ بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کے مقابلے پر بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہاں سے بھی اطاعت سے باہر نکل جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور وہی شخص جو یہ خیال کر رہا ہوتا ہے کہ مَیں سب سے بڑا موحّد ہوں، خدا کی عبادت کرنے والا ہوں، شرک

کرنے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہر احمدی اس شرک سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے والا ہو۔ اللہ سے مدد مانگتے ہوئے اپنے نفس کی خواہشات اور اناؤں کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور وہ نمونے قائم کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلاسکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے''۔ فرمایا کہ اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اب اللہ اور رسول کی اطاعت کے بعد اولوالامر کی اطاعت ہے اور اولوالامر میں نظام جماعت کا ہر شخص شامل ہے۔ ایک احمدی بھی جو عہدیدار نہیں ہے اور وہ بھی جو عہدیدار ہے۔ ہر عہدیدار اپنے سے بالا عہدیدار کی اطاعت کرے۔ ہر احمدی ہر عہدیدار کی اطاعت کرے۔''

فرمایا کہ:

''اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں یہی تو سرّ ہے''۔ یہی ایک راز ہے، یہی اصل بات ہے اور یہی جڑ ہے کہ'' اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہوسکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے''۔

(الحکم جلد 5 نمبر 5 مورخہ 10/فروری 1901ء)

پس یہ اطاعت کے معیار ہیں جو ایک احمدی کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اسی سے توحید کا قیام ہونا ہے۔ پس اس کے لئے ہر احمدی کو، ہر مرد کو، ہر عہدیدار کو، ہر ممبر جماعت کو، ہر مربی اور مبلغ کو کوشش کرنی چاہئے تا کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے قیام کا جو کام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد فرمایا ہے اس کو ہم آگے سے آگے لے جاسکیں۔ انشاء اللہ۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا سب سے پہلے اس کے لئے عہدیدار یا کوئی بھی شخص جس کے سپرد کوئی بھی خدمت کی گئی ہے اپنا جائزہ لے اور اطاعت کے نمونے قائم کرے کیونکہ جب تک کام کرنے والوں میں اطاعت کے اعلیٰ معیار پیدا کرنے کی روح پیدا نہیں ہوگی، افراد جماعت میں وہ روح پیدا نہیں ہوسکتی۔ پس ہر لیول پر جو عہدیدار ہیں چاہے وہ مقامی عاملہ کے ممبر یا صدر جماعت ہیں، ریجنل امیر ہیں یا مرکزی عاملہ کے ممبر یا امیر جماعت ہیں اپنی سوچ کو اس سطح پر لائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمائی ہے کہ اپنی، اپنے نفس کی خواہشات کو، اناؤں کو ذبح کرو۔ اور جب یہ مقام حاصل ہوگا تو پھر دل اللہ تعالیٰ کے نور سے بھر جائے گا اور روح کو حقیقی خوشی اور لذت حاصل ہوگی ایسا مومن جو کام بھی کرے گا وہ یہ سوچ کر کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے اور یہی ایک مومن کا مقصد ہونا چاہئے۔

پس جہاں جماعتی عہدیداران یہ روح اپنے قول و فعل سے جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش کریں وہاں مربیان اور مبلغین کا بھی کام ہے کہ اپنے قول و فعل کے اعلیٰ نمونے قائم کرتے ہوئے جماعت کی اس نہج پر تربیت کریں جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چاہتے ہیں۔ ذیلی تنظیمیں اپنی اپنی مجالس میں اس طریق پر اپنی متعلقہ تنظیموں کے ممبران کی تربیت کریں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش ہے۔ اور جب اطفال اور ناصرات کے لیول سے یہ تربیتی اُٹھان ہو رہی ہوگی تو بہت سے معاشرتی اور اخلاقی مسائل جو اس معاشرے میں پیدا ہو رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دور ہو رہے ہوں گے۔ ہمارے بچے معاشرے کے غلط اثرات سے بچ رہے ہوں گے۔ اس وجہ سے گھروں کا امن اور سکون پہلے سے بڑھ کر قائم ہو رہا ہوگا۔ پس اس اطاعت کے معیار کو بڑھانے کے لئے ہر سطح پر کوشش کریں، ہر سطح پر، ہر عہدیدار اپنے سے بالا عہدیدار کی اطاعت کرے۔ احباب جماعت اپنے عہدیداران کی اطاعت کریں اور سب مل کر خلافت سے سچے تعلق اور اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔

یہاں مَیں مربیان، مبلغین کو ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ایک تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جہاں جہاں بھی وہ ہیں اپنے اعلیٰ نمونے دکھاتے ہوئے امراء کی اطاعت کے نمونے دکھائیں اور اگر امیر میں یا عہدیدار میں کوئی ایسی بات دیکھیں جو جماعتی روایات کے خلاف ہو تو عہدیداران کو اور امیر کو علیحدگی میں توجہ دلائیں۔ حدیث میں یہی آیا ہے کہ اگر

کسی امیر میں گناہ دیکھو تو تب بھی تم اس کی اطاعت کرو۔ توجہ دلاؤ اور اس کے لئے دعا کرو، اور اگر وہ عہدیدار اور امیر پھر بھی اپنی بات پر زور دیں اور آپ یہ سمجھتے ہوں کہ جماعتی مفاد متاثر ہو رہا ہے تو پھر خلیفۂ وقت کو اطلاع کر دیں لیکن یہ تاثر کبھی بھی جماعت میں نہیں پھیلنا چاہئے کہ مربی اور امیر کی آپس میں صحیح انڈرسٹینڈنگ (Understanding) نہیں ہے یا آپس میں تعاون نہیں ہے۔

دوسرے یہ بھی مربیان کو خیال رکھنا چاہئے کہ مربی کے لئے کبھی بھی جماعت کے کسی فرد کے ذہن میں یہ تاثر نہیں پیدا ہونا چاہئے کہ فلاں مربی یا مبلغ کے فلاں شخص سے بڑے قریبی تعلقات ہیں اور اگر کوئی معاملہ اس کے سامنے پیش کیا جائے تو فلاں مربی یا مبلغ یا واقف زندگی اس کی ناجائز طرفداری کرے گا۔ مربی، مبلغ یا کسی بھی مرکزی عہدیدار کا یہ کام ہے کہ اپنے آپ کو ہر مصلحت سے بالا رکھ کر، ہر تعلق کو پس پشت ڈال کر جماعتی مفاد کے لئے کام کرنا ہے اور جماعت کے افراد کے لئے عمومی طور پر بھی اور بعض معاملات اٹھنے پر خاص طور پر بھی، ایسا رویہ رکھیں اور تربیت کریں کہ فریقین ہمیشہ اطاعت کے دائرے میں رہیں۔ یہ مربیان کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جماعت میں اطاعت کی روح پیدا کر دیں۔ کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دینی علم سے بھی نوازا ہوا ہے۔ پس اس طرف خاص توجہ دیں۔ جماعت میں جماعت کی روح پیدا کرنے کے لئے بنیادی چیز ہی یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد میں اطاعت کا جذبہ اور روح پیدا کر دیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اطاعت کی طرف بہت توجہ دلائی ہے۔

جیسا کہ مَیں نے جو آیت تلاوت کی تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اطاعت کرنے والوں کا ہی انجام اچھا ہے۔ بہت سے لوگ لکھتے ہیں کہ دعا کریں کہ انجام بخیر ہو، تو انجام بخیر کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک بہت اہم راستہ ہمیں دکھا دیا ہے کہ اللہ اور رسول اور اولوالامر کی اطاعت کرو اور اپنے اوپر یہ لازم کر لو تو اللہ تم پر رحم فرماتے ہوئے پھر تمہارا انجام بخیر کرے گا۔

اس بارہ میں کہ کس حد تک ہمیں اطاعت کرنی چاہئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے امیر کی اطاعت، میری اطاعت ہے اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور میرے امیر کی نافرمانی میری نافرمانی ہے اور میری نافرمانی خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ تو اس حد تک اطاعت کا حکم ہے۔ اس کو ہر احمدی کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا چاہئے کیونکہ یہی ہماری بنیاد ہے، یہی ہماری اساس ہے اور اس کے بغیر جماعت کا تصور ہی نہیں ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(آل عمران:133)

کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ رحم کئے جاؤ۔

تو اللہ تعالیٰ کا یہ رحم حاصل کرنے کے لئے اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی ہوگی۔ وہ اطاعت جیسا کہ مَیں نے پہلے بیان کیا ہے حدیث میں آتا ہے کہ امیر کی اطاعت کرو گے تو میری اطاعت کرو گے اور میری اطاعت کرو گے تو خدا کی اطاعت کرو گے۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ رحم حاصل کرنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔ اطاعت جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ آسان کام نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنے کے لئے اطاعت کے دائرے میں ہی ایک احمدی نے رہنا ہے۔ بہت سی باتیں عہدیداران یا امراء کی طرف سے ایسی ہوتی ہیں جو طبیعت پر گراں گزرتی ہیں۔ لیکن جماعت کے وقار اور اپنی عاقبت کے لئے ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس صبر کا ثواب بھی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے حاکم سے ناپسندیدہ بات دیکھے وہ صبر کرے کیونکہ جو نظام سے بالشت بھر جدا ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(بخاری کتاب الأحکام باب السمع والطاعة الامام ما لم تکن معصیة)

پس اس جاہلیت کی موت سے بچنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنے کے لئے اطاعت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو جہالت سے بچاتے ہوئے ہدایت پر قائم رکھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اطاعت پوری ہو تو

ہدایت پوری ہوتی ہے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو خوب سن لینا چاہئے اور خداتعالیٰ سے توفیق طلب کرنی چاہئے کہ ہم سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو۔ اب خداتعالیٰ کے فضل کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آپؑ نے فرمایا کہ خداتعالیٰ کے آگے جھکو اور اس سے دعا مانگو، اس سے توفیق طلب کرو کہ وہ اس انانیت کو ختم کرے اور صحیح اطاعت کی روح پیدا کرے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''غرض صحابہؓ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اُسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تیار کی تھی اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے اس لئے تم جو مسیح موعودؑ کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں، ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی''۔

(الحکم جلد 5 نمبر 5 مورخہ 10/فروری 1901ء)

اور صحابہ کی اطاعت کا کیا حال تھا۔ اس کی ایک مثال میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ بہت دفعہ سن چکے ہیں۔ وہ نظارہ اپنے سامنے رکھیں جب شراب کی حرمت کا حکم آیا تو کچھ صحابہ بیٹھے شراب پی رہے تھے جب اعلان کرنے والے نے اعلان کیا تو ایک صحابی اٹھے اور ایک سوٹی لے کر شراب کے مٹکوں کو توڑنا شروع کر دیا۔ کسی نے کہا جا کے پتہ تو کر لو کہ اصل میں حکم کیا ہے، واضح ہے بھی یا نہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا بھی ہے کہ نہیں۔ تو انہوں نے کہا: نہیں، جو سُن لیا پہلے اس پر عمل کرو۔ یہی اطاعت ہے۔ اس کے بعد پتہ کر لینا کہ کیا اصل حکم تھا۔ تو یہ جذبہ ہے جو ہر ایک کو پیدا کرنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ ہمیں علیحدہ طور پر کچھ کہیں گے تو تب ہم عمل کریں گے ورنہ نہیں۔

عمومی طور پر ہر بات جو اس زمانے میں اپنے اپنے وقت میں خلفاء وقت کہتے رہے ہیں۔ جو خلیفۂ وقت آپ کے سامنے پیش کرتا ہے، جو تربیتی امور آپ کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ ان سب کی اطاعت کرنا اور خلیفۂ وقت کی ہر بات کو ماننا یہ اصل میں اطاعت ہے اور یہ نہیں ہے کہ تحقیق کی جائے کہ اصل حکم کیا تھا؟ یا کیا نہیں تھا؟ اس کے پیچھے کیا روح تھی؟ جو سمجھ آیا اس کے مطابق فوری طور پر اطاعت کی جائے تبھی اس نیکی کا ثواب ملے گا۔ ہاں اگر کوئی کنفیوژن ہے تو بعد میں اس کی وضاحت لی جاسکتی ہے۔ پس ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنے اطاعت کے معیار ایسے بلند کرے اور اس تعلیم پر چلنے کی پوری کوشش کرے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دی ہے۔ جوں جوں جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھ رہی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل ہو رہے ہیں۔ لیکن بہت سے نئے آنے والے کم تربیت کی وجہ سے بعض نئی باتیں لے آتے ہیں۔ اس لحاظ سے پرانے احمدی، معاشرے کے زیر اثر آ رہے ہیں اور جو بنیادی حکم ہے اس کو بھول جاتے ہیں۔ اس لئے استغفار کا حکم ہے اور استغفار ہر ایک کو بہت زیادہ کرنی چاہئے۔ استغفار کی بہت ضرورت ہے اور یہی اللہ کا حکم ہے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ترقی کے دنوں میں تم استغفار بہت کرو۔ کیونکہ یہ استغفار ایمانوں کو بھی مضبوط کرتی رہے گی اور اطاعت کے معیار بھی بڑھاتی رہے گی اور اس سے برائیاں دور ہوں گی۔ ہمیں ہر وقت یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے اندر نہ کسی خاندان کی چھاپ نظر آئے، نہ کسی کلچر کی چھاپ نظر آئے، نہ کسی ملک کا باشندہ ہونے کی چھاپ نظر آئے۔ اگر کوئی چھاپ نظر آئے تو اس اسوہ حسنہ کی چھاپ نظر آئے جو آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا اور ہمارے سامنے ہے اور جسے نکھار کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج ہمارے سامنے پیش فرمایا۔ اور جیسا کہ آپؑ نے فرمایا ہے توحید کے لئے صحابہ کی سی وحدت اپنے اندر پیدا کریں اور ہر احمدی پہلے سے بڑھ کر اطاعت کے معیار دکھانے کی کوشش کرے۔ یہی چیز ہے جو جماعت کا وقار بلند کرنے والی ہے اور جماعت کی ترقی کا باعث بننے والی ہے اور انشاءاللہ بنے گی۔

اللہ ہر احمدی کو توفیق دے کہ وہ جماعت کے وقار اور تقدس کی خاطر اپنی اناؤں کو ختم کرتے ہوئے اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والا ہو، نہ کہ اپنے آپ کو جماعت سے کاٹ کر جاہلیت کی موت مرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہر ایک پہ اپنا فضل فرمائے۔ آمین۔

خلافتِ احمدیہ اور جماعت امریکہ کی مالی قربانیاں

مبارک احمد ملک سابق نیشنل سیکرٹری مال جماعت احمدیہ امریکہ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ O۔(آل عمران: 93)

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اُس کو خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے بنیادی احکامات میں سے ایک ہے۔قرآن کریم کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
(البقرة: 4)

اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

کہ جہاں یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کیلئے اُس کی عبادت کی جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنی پاک کمائی میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔اور یہ کمائی یا رزق ہر طرح کا رزق ہے۔

ہمیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی عظیم مالی قربانیوں کا علم ہے۔خواتین نے زیورات کے ڈھیر حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضوان اللہ علیہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی شاندار مثالیں قائم کیں۔حضرت ابوبکرؓ نے حقیقتاً اپنا سارا اور حضرت عمرؓ نے اپنا سب سے زیادہ منافع والا کھجوروں کا باغ حضرت رسول اکرمؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ہمیں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت اماں جانؓ کا زیور بیچ کر جلسہ قادیان میں آئے ہوئے مہمانوں کے کھانے کا بندوبست کیا۔وہاں یہ بھی ذکر ملتا ہے جب حضرت مسیح موعودؑ نے کپورتھلہ میں اپنے صحابہ کو ساٹھ روپے اکٹھے کرنے کی تحریک فرمائی جو ایک پمفلٹ کو شائع اور تقسیم کرنے کیلئے تھی۔تو پیغام رساں حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ جو کہ خود بھی کپورتھلہ کے تھے جماعت کپورتھلہ کو بتائے بغیر اپنے گھر گئے اور اپنی زوجہ کا زیور فروخت کر کے ساری رقم حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔بعد ازاں جب کپورتھلہ کی جماعت کو اس بات کا علم ہوا تو احباب جماعت نے بہت ناراضگی اور مایوسی کا اظہار کیا کہ اُن کو ایک قربانی میں حصہ لینے سے محروم رکھا گیا۔یہ روح، ولولہ اور جوش جماعت میں اُس وقت ظاہر و باہر تھا اور حقیقتاً اب بھی جماعت میں یہی روح اور جذبہ قائم و دائم ہے۔

احمدیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج دنیا کے تمام برِّ اعظموں اور 190 سے زائد ممالک میں قائم ہو چکی ہے اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ 1955 میں جماعت احمدیہ امریکہ کی کل مالی قربانی اکیس ہزار ڈالر سے کم تھی لیکن جماعت امریکہ کا مالی سال 2008-2007 کا بجٹ ایک کروڑ ڈالر سے بھی تجاوز کر چکا ہے۔ ہماری حضرت مسیح موعودؑ سے بیعت اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام خلافت پر مکمل یقین اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں

کہ ہم ان معیارات کو قائم رکھیں بلکہ ان سے بھی آگے بڑھیں۔ کیونکہ اسی میں ہماری روحانی ترقی کا راز پنہاں ہے۔

''31 مارچ 1901 کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے سلسلہ کی تعلیمات سے مغربی ممالک خصوصاً یورپ اور امریکہ کو آگاہ کرنے کیلئے ایک انگریزی رسالہ کے اجراء کی بنیاد رکھی اور اس کیلئے چندہ کی فراہمی اور نظم ونسق کو چلانے کیلئے ایک انجمن بنائی گئی جس کا نام ''انجمن اشاعتِ اسلام'' رکھا گیا۔ اور اس کے سر پرست حضرت اقدسؑ اور پریذیڈنٹ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ، وائس پریذیڈنٹ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ، سیکرٹری خواجہ کمال الدین صاحب اور اسسٹنٹ سیکرٹری مولوی محمد علی صاحب قرار پائے۔ اور دوسرے روز یعنی یکم اپریل 1901 کو جب اس انجمن کا اجلاس ہوا تو رسالہ کا نام ''ریویو آف ریلیجنز'' تجویز ہوا۔ رسالہ مذکورہ کو کامیابی کے ساتھ چلانے کیلئے انجمن کا ابتدائی سرمایہ دس ہزار روپے قرار پایا۔ جس کی فراہمی کیلئے ہزار حصے مقرر کئے گئے۔ اور ہر حصہ دس روپے کا تجویز ہوا۔ انجمن کی بنیاد کے دو ہفتہ کے اندر اندر اس کے 775 حصص فروخت ہوگئے۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ نے ایک سو ساٹھ حصص خریدے جو سب سے زیادہ تھے۔''

(حیاتِ نور صفحہ 264-265)

حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کو انجمن کا صدر مقرر کرکے اُن پر ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت کیلئے اپنے مکمل اعتماد کا ثبوت دیا۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ اس طرح بلاواسطہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام سے منسلک ہوگئے اور اس کو مزید تقویت اس طرح ملی کہ رسالہ کی ابتدائی سرمایہ کاری میں انہوں نے سب سے زیادہ حصص خریدے۔ بعدازاں حضرت مسیح موعودؑ نے ریویو آف ریلیجنز (اُردو سیکشن بطور ضمیمہ ریویو اُردو بابت ماہ ستمبر 1903) کے ایک اشتہار میں فرمایا:

''اگر اس رسالہ کی رعایت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اُردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں۔ بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے''

(الحکم جلد 7 نمبر 32 صفحہ 19)

حضرت مسیح موعودؑ کی اس خواہش کی روشنی میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (عرف عام میاں صاحب) امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے اکتوبر 1998 میں جماعتِ امریکہ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں ریویو آف ریلیجنز کی دس ہزار کی اشاعت کے تمام اخراجات برداشت کرنے کی درخواست کی۔ حضورؒ نے جماعت امریکہ کی اس خواہش کو سراہا اور بخوشی قبول فرمایا۔ اُس وقت سے لے کر اب تک جماعت امریکہ اپنی یہ ذمہ داری مرکز کو سالانہ ایک لاکھ ڈالر مہیا کر کے بہ اَحسن پورا کر رہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے خطبہ جمعہ 20 جنوری 1956 میں امریکن قوم کے متعلق ایک پُر شوکت بیان دیا۔ حضورؓ کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچی کہ سندھ کے بعض احمدیوں کو ریل میں سفر کرتے ہوئے بعض آدمی ملے جنہوں نے ان پر متعدد سوالات کئے۔ جن کی وجہ سے انہیں وہم ہوا کہ وہ سی آئی ڈی کے آدمی ہیں۔ حضورؓ نے اپنے اس خطبہ جمعہ میں اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''جہاں تک گورنمنٹ کی مدد کا سوال ہے اخبارات میں پاکستان کے بعض وزراء کی تقریریں چھپی ہیں کہ حکومتِ امریکہ نے حکومتِ پاکستان کو اتنی امداد دی ہے ہمیں مدد دینے کے متعلق نہ تو کبھی گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے اور نہ گورنمنٹ کے رسل ورسائل کے ذرائع نے کبھی اعلان کیا ہے کہ گورنمنٹ نے اس قدر مدد احمدیوں کو دی ہے۔ لیکن جہاں تک پاکستان کو مدد ملنے کا سوال ہے اس کے متعلق خود پاکستان کے وزراء نے اعلانات کئے ہیں جو اخبارات میں بھی چھپ چکے ہیں بلکہ گورنر جنرل نے بھی کہا ہے کہ حکومتِ

امریکہ نے حکومتِ پاکستان کو اس قدر مدد دی ہے۔''

حضورؒ نے خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''پس جہاں تک گورنمنٹ امریکہ کا تعلق ہے وہ ہم سے ایسے ہی جدا ہے جیسے دوسرے ممالک کی غیر مسلم حکومتیں جدا ہیں۔ اور جہاں تک امریکن لوگوں کا سوال ہے ان کی اکثریت اب بھی عیسائی ہے۔ مگر اب خداتعالیٰ کے فضل سے ان میں ایک بڑی جماعت پیدا ہو چکی ہے جو اسلام لے آئی ہے اور خداتعالیٰ کے فضل سے وہ روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس کے اندر اسلام کی خدمت کا بڑا جوش پایا جاتا ہے اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ترقی کرتے کرتے جب ان کی تعداد ایک خاص حد تک پہنچ جائے گی تو ہزاروں اور لاکھوں ڈالر کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ بلکہ ان کا چندہ اربوں ڈالر تک پہنچ جائے گا۔ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے امریکہ کے انچارج مبلغ خلیل احمد ناصر صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ہماری جماعت کا چندہ چالیس ہزار ڈالر سالانہ تک پہنچ گیا ہے۔ یہ رقم بہت بڑی ہے لیکن ہم اسے کچھ بھی نہیں سمجھتے بلکہ ہم تو اُمید رکھتے ہیں کہ وہاں کے مبلغ ہمیں یہ اطلاع دیں گے کہ امریکہ کی جماعت کا چندہ چالیس ہزار ڈالر سالانہ نہیں بلکہ چالیس کھرب ڈالر سالانہ ہے۔ یعنی پاکستان کی موجودہ سالانہ آمدن سے بھی دس ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس وقت ہم سمجھیں گے کہ امریکہ آج اسلام کے قریب ہوا ہے۔ جب امریکہ اپنا کلیجہ نکال کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دے گا۔ تب ہم سمجھیں گے کہ امریکہ آج اسلام لایا ہے۔ تھوڑے بہت روپے کو ہم کچھ نہیں سمجھتے۔ یہ روپیہ کیا ہے امریکہ کے لحاظ سے تو یہ اس کے ہاتھ کی میل ہے۔ بلکہ اس کے ہاتھ کی میل بھی نہیں۔ جس دن امریکہ اربوں ارب روپیہ بطور چندہ اسلام کی اشاعت کیلئے دے گا جس دن امریکہ میں لاکھوں مسجدیں بن جائیں گی جس دن امریکہ میں لاکھوں میناروں میں اذان دی جائے گی جس دن امریکہ میں لاکھوں امام پانچ وقت کی نماز پڑھایا کریں گے اس دن ہم سمجھیں گے کہ آج امریکہ اپنی جگہ سے ہلا ہے۔''

خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ امریکہ نے نظامِ خلافت کے فیوض کے طفیل مالی قربانیوں میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اشاعتِ اسلام کیلئے جماعتِ امریکہ کا کھربوں ڈالر چندہ اکٹھا کرنے کا منشاء حقیقت بنتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ 1955 میں جماعت امریکہ کا چندہ 20,676 ڈالر تھا اور مالی سال 2008-2007 کا بجٹ 13,328,833 ڈالر ہے۔ اگر اسی رفتار سے جماعت امریکہ مالی قربانیوں میں ترقی کرتی رہی جس رفتار سے گزشتہ سال میں کی ہے (جماعتِ احمدیہ کا تو ہمیشہ یہ خاصہ رہا ہے کہ ترقی کی رفتار ایک سطح پر قائم نہیں رہتی بلکہ ہمیشہ بڑھتی ہے) تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے انشاء اللہ 2060 میں جماعت امریکہ کا چندہ 9 ارب ڈالر تک پہنچ جائے گا اور جماعت امریکہ اس منزلِ مقصود کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

1976 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت امریکہ کا دورہ کیا۔ اپنے دورہ کے دوران حضورؒ نے مختلف جماعتوں میں کمیونٹی سنٹرز بنانے کی ضرورت، قرآن کریم کی نشر و اشاعت اور جماعت امریکہ کا اپنا پرنٹنگ پریس ہونے کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 22 اکتوبر 1976 میں فرمایا:

''صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ۔۔۔ اس کی تیاری ہی کے سلسلہ میں دراصل میں امریکہ گیا تھا اور میں نے ان سے کہا۔۔۔ جو ابتدائی کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ پندرہ صوبوں (امریکہ میں ان کو سٹیٹس کہا جاتا ہے) میں سے ہر ایک میں کم از کم 20 سے 30 ایکڑ زمین کا رقبہ جماعت کی اجتماعی زندگی کیلئے یعنی کمیونٹی سنٹرز بنانے کیلئے خریدو۔ کسی طرح ان چودہ پندرہ سالوں میں کئی ملین تراجم قرآن کریم کے شائع کئے جائیں گے۔ 50,40 لاکھ قرآن کریم امریکہ کے مختلف گھروں میں پہنچائے جائیں گے۔۔۔ امریکہ کی جماعت کوشش کرے اپنا پریس لگوانے کی کیونکہ اس وقت جو حقیقی معنے میں آزاد ممالک ہیں اور پورے طور پر آزاد ہیں۔ ان میں سرِ فہرست امریکہ

ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ منصوبہ یقیناً خدائی تائید لئے ہوئے تھا۔ جس نے جماعت احمدیہ امریکہ میں اتحاد یگانگت اور ترقی کی ایک نئی روح پھونک دی۔ اور خداتعالیٰ کے فضل سے اس منصوبہ نے اندرون و بیرونِ امریکہ اسلام کی ترقی اور مضبوطی کی نئی راہیں کھول دیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا یہ عظیم الشان منصوبہ خلافتِ رابعہ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورِ خلافت میں شرمندہ تعبیر ہونا شروع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورِ خلافت کی پہلی مالی قربانی کی تحریک جس کا حضورؒ نے اعلان کیا وہ امریکہ میں پانچ مساجد اور مشن ہاؤس تعمیر کرنے کی تحریک تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جماعت امریکہ کو واشنگٹن ڈی سی، نیو یارک، شکاگو، لاس اینجلس اور ڈیٹرائٹ میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر کیلئے پچیس لاکھ ڈالر اکٹھا کرنے کی تحریک کی۔ جماعت امریکہ کے احمدیوں نے اس مالی قربانی میں دل کھول کر حصہ لیا اور حضور کے ابتدائی ٹارگٹ سے کئی گنا زیادہ اس تحریک میں چندہ دیا۔ لاس اینجلس (کیلی فورنیا) میں مسجد بیت الحمید کی تعمیر ہوئی۔ کوئینز نیو یارک میں ایک مشن ہاؤس حاصل کیا گیا جس کا نام بیت الظفر رکھا گیا۔ بیت الرحمٰن نام کی ایک شاندار وسیع مسجد اور نیشنل ہیڈ کوارٹر سلور سپرنگ (میری لینڈ) میں تعمیر کئے گئے۔ بیت الجامع نامی ایک خوبصورت مسجد گلین ایلن Illinois میں تعمیر کی گئی۔ اس منصوبے کی آخری مسجد ڈیٹرائیٹ (مشی گن) میں زیرِ تعمیر ہے اور اختتام کے آخری مراحل میں ہے۔ اس منکسرانہ ابتداء کے بعد جماعت احمدیہ امریکہ کی مختلف جماعتوں میں کئی مساجد اور مشن ہاؤسز تعمیر کئے گئے یا خریدے گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت امریکہ میں 11 مساجد 32 مشن ہاؤس قائم ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جون 1989 میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو امیر جماعتہائے احمدیہ امریکہ مقرر فرمایا اُن کے عہد امارت (1989-2002) میں جماعت امریکہ کے شعبہء مال نے ایک انقلاب انگیز تبدیلی کو محسوس کیا جو کہ انتہائی سرعت رفتاری کے ساتھ عمل میں آئی۔ حضرت میاں صاحب جو کہ ایک جانے پہچانے او رنامورِ زمانہ اقتصادیات اور مالی معاملات کے ماہر تھے اور جنہوں نے حکومتِ پاکستان اور ورلڈ بنک میں کئی سال تک اپنی قابلیت کا لوہا منوایا تھا، نے جماعت امریکہ میں ایک نئی روح جوش و جذبہ اور پُر عقیدت خدمتِ دین کا تصور اُجاگر کر دیا۔

امارت کا عہدہ سنبھالنے کے بعد حضرت میاں صاحب نے 1991 کے اوائل میں جماعت امریکہ کو تمام دنیا کی احمدیہ جماعتوں میں ایک نمایاں مقام پر لانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اُن کی اس خواہش کے احترام میں 1991 کی مجلسِ شوریٰ جماعت امریکہ نے جو کہ کلیولینڈ (اوہائیو) میں منعقد ہوئی۔ چندہ وقفِ جدید میں تمام دنیا میں اول آنے کے عزم کا اعلان کیا۔ اور اس سلسلہ میں ہر قسم کی مالی قربانی پیش کرنے کا عہد کیا۔ یہ ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ لیکن جماعت امریکہ نے دعاؤں، حضرت میاں صاحب کی باصلاحیت راہ نمائی، اور احباب جماعت کی مالی قربانیوں کے طفیل، اس خواب کو 2 سالوں میں سچا کر دکھایا۔ 1990 میں جماعت امریکہ کی چندہ وقفِ جدید کی وصولی صرف 28,300 ڈالر تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 1991 میں یہ وصولی 40,202 ڈالر تک جا پہنچی اور 1992 میں جماعت احمدیہ امریکہ 87,143 ڈالر کی وصولی کے ساتھ تمام دنیا کی احمدیہ جماعتوں میں اوّل رہی۔ (اُن دنوں کارکردگی کے جائزہ میں جماعتِ احمدیہ پاکستان کو شامل نہیں کیا جاتا تھا)۔ خداتعالیٰ کے فضل اور رحمت سے اس عاجز کو جماعتہائے احمدیہ امریکہ کی انیس سال (1988-2007) تک نیشنل سیکرٹری مال کی حیثیت سے خدمت کا موقعہ ملا۔ مؤلف مضمون کیلئے یہ ایک نہایت عزت افزائی کا مقام تھا کہ خاکسار کو تین امراء، حضرت شیخ مبارک احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، اور موجودہ امیر ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ یہ خداتعالیٰ کا بے انتہا فضل و کرم تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے کئی دفعہ

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی خدمات کو سراہا جو انہوں نے جماعت امریکہ کے مالی نظام کو شاندار بنیادوں پر استوار کرنے کے سلسلہ میں کیں۔ یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ جماعت امریکہ کے لاتعداد خدمت گزار احباب جنہوں نے حضرت میاں صاحب کی معیّت میں کام کیا، خاکسار اُن کے ابتدائی نائبین میں سے تھا۔

مندرجہ ذیل واقعات میں حضرت میاں صاحب کی امارت کے دوران جماعت امریکہ کی مالی قربانیوں میں ترقی اور عزت افزائی کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مختلف اوقات میں بیان فرمائیں:

۞...... 1992-1991 کے مالی سال کے اختتام پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے عالمگیر جماعت احمدیہ کی مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ امریکہ کے متعلق اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 10 جولائی 1992 میں انتہائی پیار کے ساتھ یوں ذکر کیا:

''امریکہ دوسرے نمبر پر ہے اور بہت سرعت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ امریکن جماعت اپنے مالی نظام کو مضبوط بنا رہی ہے۔ اور حالانکہ وہ جرمنی سے ابھی بہت پیچھے ہیں۔ لیکن وہ اُن کیلئے چیلنج بن سکتے ہیں۔ امریکہ کی وصولی 501,930 پونڈ ہے۔ انسان اس حیرت انگیز تبدیلی پر جو امریکہ میں ہوئی ہے حیران رہ جاتا ہے۔ چودہ پندرہ سال پہلے جماعت امریکہ دوسرے ممالک سے امداد پر دارومدار کرتی تھی۔ خداتعالیٰ کے فضل سے آج امریکن جماعت اس پوزیشن میں ہے کہ وہ دنیا کی دوسری جماعتوں کی مالی امداد کر سکے جن کے مالی وسائل کم ہیں۔

۞...... جماعت امریکہ کی ستمبر 1993 کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ کے نام اپنے ایک خط میں لکھا:

''آپ کی طرف سے ماہ ستمبر 1993 اور پہلے چوتھائی سال کی مالی رپورٹ موصول ہوئی۔ بہت اچھی رپورٹ ہے۔ الحمدللہ ثم الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ بابرکت فرمائے اور قربانی کرنے والوں کو جزائے حسنہ عطا فرمائے اور اُن کے اموال ونفوس میں عظیم برکات ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب سے آپ نے امارت کا منصب سنبھالا ہے۔ ہر لحاظ سے ترقی ہوئی ہے۔ خصوصاً شعبہ مال نے بڑی تیز رفتاری سے ترقی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کی مساعی میں برکت ڈالے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے نمائندگان مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ امریکہ سے اُن کے افتتاحی اجلاس مورخہ 3 مئی 1996 کو بذریعہ ایم۔ٹی۔اے خطاب فرمایا اور حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی امارت کے تحت جماعت امریکہ کی مالی قربانیوں کا نہایت مشفق اور پیارے رنگ میں تذکرہ کیا۔ حضورؒ کے عزت افزاء تبصرہ کے بعد حضرت میاں صاحب نے تحریکِ جدید اور وقف جدید کے نیشنل سیکرٹریان برائے جماعت امریکہ سے علیحدہ علیحدہ ملاقات کی اور ان ہر دو تحریکات کے بجٹ بڑھا دیئے۔ تحریک جدید کا وعدہ 290,000 ڈالر سے بڑھا کر 395,000 ڈالر اور وقف جدید کا وعدہ 288,000 سے بڑھا کر 390,000 ڈالر کر دیا گیا۔ نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید ڈاکٹر وسیم احمد سید صاحب کی اس مہم میں کامیابی کیلئے انفرادی وعدہ جات کو بڑھانے کی سعی کے دوران پانچ احمدی ڈاکٹروں نے پچیس ہزار ڈالر زفی کس ادائیگی کا وعدہ کیا۔

اس حیرت انگیز مالی قربانی کے متعلق سننے پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو اپنے 5 جون 1996 کے خط میں فرمایا:

''تحریک جدید اور وقف جدید کے بجٹ میں اضافہ کی رپورٹ بہت خوشکن ہے۔ ماشاء اللہ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء یہ تو بہت ہی زبردست بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان مخلصین کے جان و اموال اور خوشیوں میں برکت ڈالے۔ انہوں نے نیکی کا عجیب نمونہ دکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی

ڈاکٹروں کی صحت انہی کے نمونے کی بنادے۔ اللہ تعالیٰ جماعت امریکہ کو جماعت کی سُپر پاور بنادے۔ سب کو محبت بھرا سلام۔ ان مخلصین کو علیحدہ علیحدہ بھی خط لکھ دیا ہے۔''

❁...... 1997-1996 کا مالی سال جماعت امریکہ کیلئے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جماعت امریکہ کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہمارے چندہ جات کی وصولی پچاس لاکھ ڈالر سے تجاوز کر گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس شاندار کامیابی پر جماعت امریکہ کی کوششوں کو سراہتے ہوئے اپنے خط بنام حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو مؤرخہ 12 اگست 1987 میں فرمایا:

''آپ کی مرسلہ سالانہ رپورٹ برائے سال 96-1997 ملی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاء اللہ الحمدللہ چشم بددُور۔ آپ خدا کے فضل سے جماعت کو بڑی تیزی کے ساتھ مالی لحاظ سے مستحکم کر رہے ہیں۔ اللہ احبابِ جماعت کے اموال میں بہت برکت بخشے اور خدا کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ امسال آپ کی جماعت نے چندوں میں حیرت انگیز اضافہ کرنے کی توفیق پائی ہے۔ بہت مبارک ہو۔ آپ کی جماعت کی ضروریات جو آپ کے لوکل بجٹ سے پوری نہیں ہوسکتیں وہ بتادیں۔ ہم مرکزی حصہ سے پوری کر دیں گے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔''

❁...... جماعت احمدیہ امریکہ نے گزشتہ بیس سال میں مالی قربانیوں میں بے مثال ترقی کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 29 مارچ 1998 کو مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ امریکہ کو اُن کے اختتامی اجلاس میں ایم۔ٹی۔اے پر خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں جماعت احمدیہ امریکہ کی ترقی سے بہت خوش ہوں۔ میں نے خاص طور پر نوٹ کیا ہے کہ کیسے ایم۔ ایم احمد صاحب نے جماعت امریکہ کو اپنی مثبت قیادت سے مشکل مراحل سے نکال کر ترقی کی اعلیٰ منازل کی طرف لا کھڑا کیا ہے۔ مالی قربانیوں میں خاص کر آپ نے اللہ کے فضل سے عجائب کر دکھائے ہیں۔ پس ظاہراً اگرچہ تحسین ایم۔ ایم احمد صاحب کی طرف منسوب نظر آتی ہے وہ یہ سب کچھ آپ کے مکمل اور محبت بھرے تعاون کے بغیر نہیں کر سکتے تھے جو کہ آپ نے پوری وفا کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اِحسان ہے کہ امیر جو ایک ملک کی قیادت کر رہا ہے ان سے مکمل تعاون اور فرمانبرداری کی جاتی ہے اور نہ صرف یہ ظاہری فرمانبرداری ہے بلکہ انتہائی عزت اور پیار کے ساتھ فرمانبرداری ہے۔''

حضورؒ نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''جس رفتار سے آپ کے معمول کے چندوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ حیران کُن ہے۔ اور جو اعداد و شمار ایم۔ ایم احمد نے مجھے بتائے ہیں وہ چونکا دینے والے ہیں گزشتہ سال آپ نے پہلے سالوں کے مقابلہ میں ایک معیّن ترقی کی تھی اس سال نہ صرف آپ نے اضافہ کی رفتار کو برقرار رکھا ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ کر دکھایا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آپ انتہائی برق رفتاری سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو برکات سے نوازے اور آپ کی مالی حیثیتوں کو بھی برکات سے بھر دے۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر اس قربانی کے معیار کو قائم رکھیں۔''

جماعت احمدیہ امریکہ پر اللہ تعالیٰ کے بے حد فضل اور انعامات ہیں۔ مالی سال 87-1988 میں ہمارے چندہ جات کی کل وصولی دس لاکھ ڈالر سے تھوڑی زیادہ تھی۔ بیس سال کے عرصہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ وصولی ایک کروڑ ڈالر سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ جو کہ فی صد کے حساب سے 1,199 فی صد ترقی ہے۔ چندہ دہندگان کی تعداد میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اضافہ ہوا ہے۔ مالی سال 89-1990 میں جب سے جماعت امریکہ نے ان اعداد و شمار کا ریکارڈ رکھنا شروع کیا تھا اُس وقت چندہ دہندگان کی تعداد 1,081 تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب یہ تعداد 3,594 تک جا پہنچی ہے جو کہ 232 فی صد کی ترقی ہے۔

❁......اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ امریکہ نے خلافت رابعہ کے دور میں مالی قربانی کے جو معیار قائم کئے تھے وہ خلافتِ خامسہ کے دور میں بھی اسی طرح جاری ہیں۔ جماعت احمدیہ امریکہ کی فروری 2005 کی مالی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خط مورخہ 9 اپریل 2005 بنام امیر صاحب جماعت امریکہ فرماتے ہیں:

''آپ نے ماہ فروری 2005 کی آمد خرچ کی رپورٹ بھجوائی ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ ماشاء اللہ تدریجی وصولی بہتر ہے اور اخراجات بھی بجٹ کے اندر ہیں۔ الحمد للہ۔ آپ کی مالی رپورٹس بڑی باقاعدگی سے ملتی ہیں اور حسابات بڑے اچھے طریق پر Maintain ہیں۔'' اللہ جماعت امریکہ کو مالی قربانی کے میدان میں نمایاں خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔''

❁...... مالی سال 05-2006 کا اختتام جماعت احمدیہ امریکہ کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل تھا جس میں تمام چندہ جات (ایسی مدّات جس کا بجٹ بنتا ہے اور دوسری ایسی مدّات جن کا بجٹ نہیں ہوتا۔ یعنی دونوں قسم کے چندے) کی وصولی ایک کروڑ تراسی لاکھ ڈالر سے تجاوز کر گئی یعنی 2 کروڑ ڈالر کے قریب پہنچ گئی۔ جماعت احمدیہ امریکہ کے نیشنل سیکرٹری مال (مؤلف مضمون) کو حوصلہ افزائی کے ایک خط مورخہ 16 ستمبر 2006 میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ نے مالی سال 05-2006 میں مالی قربانیوں میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی ہے الحمد للہ۔ مجھے یہ جان کر بھی بہت خوشی ہوتی ہے کہ جماعت امریکہ کی انتظامیہ اپنی ذمہ داریاں نہایت مستعدی اور تندہی سے ادا کرتی ہے۔ بہت اچھی بات ہے اس کام کو جاری رکھیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بے حد جزا دے۔ جماعت امریکہ کے تمام احباب کو جزا دے۔ اُن کو صحت اور خوشی سے نوازے اور مستقبل کی خوشحالی عطا کرے۔ جماعت احمدیہ (یعنی سچا اسلام) جس مقصد کیلئے قائم کی گئی تھی اُس کی خدمت کیلئے اُن کو زیادہ سے زیادہ قربانیاں کرنے کی توفیق دے۔ براہِ مہربانی میرا محبت بھرا سلام سب احباب تک پہنچادیں۔''

❁...... مالی سال 06-2007 کی کامیاب تکمیل پر جماعت احمدیہ امریکہ کی مالی ترقیات کا ایک سالانہ جائزہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خط مورخہ 8 اگست 2007 بنام امیر صاحب امریکہ فرمایا:

''آپ کی مالی رپورٹ بابت سال 06-2007 ملی جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ جس میں 12ء5 ملین ڈالر بجٹ کے مقابل پر مجموعی وصولی 13ء8 ملین ڈالر ہوئی ہے ماشاء اللہ۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ جماعت امریکہ کے اموال و نفوس میں بہت برکت ڈالے اور ہمیشہ کی طرح ان کا قدم مالی قربانی کے میدان میں آگے سے آگے بڑھتا رہے۔ آپ کی رپورٹ مجموعی لحاظ سے بڑی خوش کن ہے۔ مجموعی لحاظ سے 1ء3 ملین ڈالر آمد بجٹ سے زائد ہوئی ہے۔ جماعت امریکہ نے جو بھی Commitment کی تھی وہ بھی پوری کرنے کی توفیق ملی ہے۔ آمد و خرچ کے بعد 987,986 ڈالر بچت ہوئی ہے۔ یہ بچت آپ نے مساجد اور جلسہ گاہ کیلئے استعمال کرنے کی اجازت چاہی ہے۔ ٹھیک ہے، یہ استعمال کرلیں۔ آپ نے ملک مبارک احمد صاحب کی خدمات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے نوازے۔ اور ان کی خدمات کا اجر ہمیشہ ان کو ملتا رہے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خواہش تھی کہ ربوہ (پاکستان) میں دل کی بیماریوں کے علاج کا ایک بین الاقوامی معیار کا سنٹر قائم کیا جائے جس سے ربوہ اور گردونواح کے مقامی باشندے خاص طور پر اور پاکستان کے دوسرے علاقوں کے لوگ عام طور پر استفادہ کرسکیں۔ حضورؒ کی خواہش تھی کہ اس طبی سہولت میں اعلیٰ درجہ کا ساز و سامان ہو اور یہ ایسا نامور اور باصلاحیت سنٹر ہو جیسا کہ مغربی دنیا کے کسی بھی ملک میں ہوسکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح

الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضورؒ کی اس خواہش کو پایہء تکمیل پہنچانے کیلئے ایک تحریک کا اجراء کیا جس کا نام طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ رکھا گیا۔اس انسٹی ٹیوٹ کو اعلیٰ ترین اور جدید ساز وسامان سے لیس کرنے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ امریکہ کو 3 ماہ کے مختصر عرصہ میں 3ء5 ملین ڈالر اکٹھا کرنے کی تحریک کی۔ جماعت احمدیہ امریکہ نے خلیفۃ المسیح کی آواز پر لبّیک کہنے کا ایک بے مثال نمونہ قائم کیا انہوں نے اپنے امام کی خواہش کی اس طرح تعمیل کی کہ مقررہ مدت میں 3ء5 ملین ڈالر کی رقم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کر دی جلسہ سالانہ برطانیہ 2006 کے دوسرے دن حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب میں کمال مہربانی اور پیار سے جماعت امریکہ کی اس قربانی کا ذکر کیا۔ چندہ کی وصولی صرف اس رقم کی فراہمی تک نہ ٹھہری بلکہ مارچ 2007 کے آخر تک یہ وصولی 4ء5 ملین ڈالر سے اوپر چلی گئی۔ کیا اس صفحہ ہستی پر جماعت احمدیہ کے علاوہ اس دنیا میں کوئی اور ایسی جماعت ہے جو ایسی قربانی پیش کرے اور اپنے امام کی آواز پر اس فرمانبرداری سے لبّیک کہے؟

دو اور تحریکات جن میں جماعت احمدیہ امریکہ نے نمایاں ترقی کی اور جن کا ذکر بے جانہ ہوگا وہ تحریک جدید اور وقفِ جدید ہیں۔ 91-1992 میں جماعت امریکہ کی چندہ تحریک جدید کی وصولی 170,102 ڈالر تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ وصولی 05-2006 میں بڑھ کر 1,287,000 ڈالر تک جا پہنچی۔ فی صد کے حساب سے 15 سال میں یہ 656 فی صد کی ترقی ہے۔ پندرہ سال پہلے تحریک جدید کی سکیم میں حصہ لینے والوں کی تعداد 1,721 تھی جو بڑھ کر اب 7,600 تک جا پہنچی ہے اور یہ 330 فی صد کی ترقی ہے۔ حقیقت میں گزشتہ چند سالوں سے جماعت احمدیہ امریکہ تمام دنیا کی جماعتوں میں چندہ تحریک جدید میں دوم آنے کا اعزاز پا رہی ہے اور اوّل آنے کی دوڑ میں مقابلہ زوروں پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ امریکہ نے وقفِ جدید سکیم میں تحریک جدید سے بھی بڑھ کر ترقی کی ہے۔ جماعت امریکہ نے 1992 میں 87,143 ڈالر کی وصولی کے ساتھ تمام دنیا کی جماعتوں میں اوّل آنے کے بعد ہر سال اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔ سوائے 2002 اور گزشتہ دو سالوں کے۔ اس چندہ میں ہماری وصولی 1990 کے 28,300 ڈالر سے بڑھ کر 2006 میں 1,052,692 ڈالر تک جا پہنچی ہے۔ پندرہ سالوں میں وصولی کا اضافہ 3,524 فی صد ہے۔ 1991 میں اس چندہ میں حصہ لینے والوں کی تعداد 1,519 تھی۔ جب کہ اب یہ تعداد 6,530 ہے جو کہ 330 فی صد کا اضافہ ہے۔

خلافتِ احمدیہ کے مختلف ادوار میں جماعت احمدیہ امریکہ نے نمایاں ترقیات کی ہیں۔ خلافتِ ثانیہ کے دوران امریکہ میں جماعت احمدیہ کے قیام سے لے کر اب تک جماعت امریکہ اپنی تعداد اور رفتار میں بڑھ رہی ہے۔ جماعت کی تعداد میں زیادہ حصہ نئے احمدی ہونے والے ایفرو امریکن بھائیوں اور دوسرے ممالک سے ہجرت کر کے آنے والے احباب کا ہے۔ جماعت احمدیہ امریکہ نے گزشتہ بیس سال میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورِ خلافت میں ایک نمایاں کامیابی اور ترقی کا مشاہدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعتِ احمدیہ امریکہ کا مالی نظام مستحکم بنیادوں پر قائم ہے۔ ہم عاجزانہ دعا کرتے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ ترقی جاری و ساری رہے، آمین۔

رسالہ النور شمارہ مئی تا جون 2008 میں صفحہ نمبر 110 پر موجود نظم کا آخری شعر اس طرح پڑھا جائے ؎

ہم کہاں صادق کہاں اوصافِ طاہر کا بیاں
کی جسارت بھی مگر اب گنگ ہوتی ہے زباں

خلافت سے عقیدت

شجر سے جو رہے وابستہ وہ پھلدار ہوجائے
جو کٹ کر گر گیا بے دست و پا بیکار ہوجائے

خلافت سے عقیدت کی جو رسم و راہ رکھتا ہے
نہیں ممکن وہ خالی ہاتھ یا نادار ہوجائے

محبت میں خدا کی پھر وہ آگے بڑھتا رہتا ہے
ہو ننگے پاؤں اور پیوستِ نوکِ خار ہوجائے

اُسے اندیشہء سود و زیاں باقی نہیں رہتا
کوئی گردن کٹادے یا کوئی سنگسار ہوجائے

خزائن علم روحانی کے اس کو بخشے جاتے ہیں
وہ تابندہ، درخشندہ، بلند افکار ہوجائے

نہیں کچھ دخل اس میں زورِ بازو یا ارادت کا
سعادت حق سے پاکر دل فدائے یار ہوجائے

الٰہی مجھ کو وابستہ شجر سے حشر تک رکھنا
شجر پھولے پھلے اور خوب سایہ دار ہوجائے

مرے دامن میں ڈھیروں پھول برکاتِ خلافت کے
یہ وہ دامن نہیں الجھے، الجھ کر تار ہوجائے

کوئی سجدوں میں گر کر رو رہا ہے گڑگڑاتا ہے
خدایا آدمی کو آدمی سے پیار ہوجائے

بہت طوفان ہے یہی کشتی نوح کا کھویا ہے
خدایا احمدیت کا سفینہ پار ہوجائے

بچایا جائے گا وہ جو بھی اس کشتی میں آئے گا
جسے ہمراہ چلنا ہو، ابھی تیار ہوجائے

جو ہم کو آزماتے، طنز کے نشتر چبھوتے ہیں
ہماری خامشی ان کیلئے گفتار ہوجائے

بہارِ احمدیت کو خزاں سے دُور رکھ یا ربّ
الٰہی صحنِ احمد پھر سے گل وگلزار ہوجائے

جو پتھر مارنے آئے تھے اب ہمراہ چلتے ہیں
تعجب! اتنی الجھی راہ یوں ہموار ہوجائے

ترا حسنِ تکلّم دیکھ کر دل سے دعا نکلی
ہر اک خادم خدایا تجھ سا خوش گفتار ہوجائے

نچھاور تجھ پر اے آقا عقیدت کے یہ چند آنسو
خوشا اے دل خلوص و جذب کا اظہار ہوجائے

نہیں تنہا خلافت کا جو دامن تھامے رہتا ہے
یقیں رکھو خدا خود اُس کا دامن تھامے رہتا ہے

اطاعتِ خلافت

سید محمود احمد شاہ، ربوہ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔
(النور: 57)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اطاعت کے معنی

خاکسار سب سے پہلے اطاعت کے معنی پیش کرے گا لفظ "الطَّاعَۃُ" کے معنی محض فرمانبرداری کے نہیں بلکہ ایسی فرمانبرداری کے ہیں جس میں بشاشت قلب سے اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے جائیں اور اُن کے بجالاتے ہوئے انسان کو لذت اور سرور محسوس ہو۔

اسی اطاعت کا عملی نمونہ قرآن مجید میں بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی رؤیا میں اپنے ہی بیٹے کی قربانی کا نظارہ دیکھا اور کامل بشاشت سے اپنے پیارے بیٹے 13 سالہ اسماعیلؑ کی قربانی کے لئے تیار ہو گئے اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی دلی بشاشت کے ساتھ یہ کہا:

یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ
(الصّٰفّٰت: 103)

اے میرے باپ آپ کو جو بھی حکم ملا ہے اسے پورا کریں۔ میری فکر نہ کریں مَیں بھی پوری بشاشت سے خدا تعالیٰ کے ہر حکم پہ قربان ہونے کو تیار ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے مومن کی مثال نکیل والے اونٹ کی سی ہے جدھر اسے لے جاؤ ادھر چل پڑتا ہے اور اطاعت کا عادی ہوتا ہے۔
(مسند احمد جز 4 صفحہ 126 ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم الطاعۃ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی فدائیت اور اطاعت کے بارے میں فرمایا:

"وہ میری ہر امر میں اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح نبض حرکت قلب کی پیروی کرتی ہے۔"

یہی وہ اطاعت ہے جس کا خدا اور اس کا رسولؐ ہم سے تقاضا کرتے ہیں۔

خلافت کی اہمیت

اطاعتِ خلافت کے لئے خلافت کی اہمیت کا جاننا بھی ضروری ہے۔ خلافت کیا ہے یہ وہ عروۃ الوثقیٰ ہے جس کیلئے ٹوٹنا نہیں اور جو بھی اسے تھامے رکھے گا وہ ہلاکت سے بچ جائے گا۔

خلافت وہ حبل اللہ ہے جو ہمیں خدا سے ملاتی ہے اور ہر تفرقہ اور فساد سے بچاتی ہے۔ خلافت وہ شجرہ طیبہ ہے جس سے وابستہ رہ کے ہی ہم سرسبز رہ سکتے ہیں جو اس شجرہ طیبہ سے جدا ہوتا ہے وہ سوکھی ہوئی ٹہنی کی طرح ہے جو کاٹے جانے کے لائق ہے۔

خلیفہ جانشین ہے رسول کا اور وہ ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

"انسان کیلئے دائمی طور پر بقاء نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانے میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔"

(شہادت القرآن روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ۔۔۔"

(الغاشیہ: 18 تا 21)

(کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کئے گئے؟) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اونٹوں میں ایک دوسرے کی پیروی اور اطاعت کی قوت رکھی ہے۔ دیکھو اونٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور وہ کس طرح پر اُس اُونٹ کے پیچھے ایک خاص انداز اور رفتار سے چلتے ہیں۔ اور وہ اونٹ جو سب سے پہلے بطور امام اور پیش رَو کے ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جو بڑا تجربہ کار اور راستہ سے واقف ہو۔ پھر سب اُونٹ ایک دوسرے کے پیچھے برابر رفتار سے چلتے ہیں اور ان میں سے کسی کے دل میں برابر چلنے کی ہوس پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے جانوروں میں ہے۔۔۔۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ تمدنی اور اتحادی حالت کو قائم رکھنے کے واسطے جب تک ایک امام نہ ہو انسان بھٹک بھٹک کر ہلاک ہو جاوے۔"

(الحکم جلد 4 نمبر 42 مورخہ 24 نومبر 1900 صفحہ 5,4)

امام کو ماننا اور اس کی پیروی کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ بن یمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم شر کا زمانہ دیکھو تو تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَهُمْ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو مضبوطی سے پکڑ لینا اور اگر نہ جماعت ہو نہ امام ہو تو تمام فرقوں سے جدا ہو جانا خواہ تمہیں درختوں کی جڑیں کھانی پڑیں۔

(بخاری کتاب الفتن باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ)

ایک اور جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اِنْ رَاَیْتَ یَوْمَئِذٍ خَلِیْفَةَ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ فَالْزَمْهُ وَاِنْ نُهِکَ جِسْمُکَ وَاُخِذَ مَالُکَ

یعنی اگر تو اللہ کے خلیفہ کو زمین میں دیکھے تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا اگر چہ تیرا جسم نوچ دیا جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ الیمان حدیث نمبر 22916)

ان احادیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تاکید فرمائی ہے کہ تم امام کے ساتھ چمٹ جانا اسے نہ چھوڑنا خواہ اس کی پاداش میں تمہارا جسم نوچ دیا جائے تمہارے مالوں کو چھین لیا جائے اور تمہیں درختوں کی جڑیں کھانی پڑیں مگر تم نے امام سے جدا نہیں ہونا اور نہ تم روحانی موت مر جاؤ گے۔

سورۂ نور کی آیت استخلاف جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنین سے خلافت کا وعدہ کیا ہے اس کے بعد یہ آیت آتی ہے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

(النور: 57)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب خلافت کا نظام جاری کیا جائے تو اس وقت تمہارا فرض ہے کہ تم نمازیں قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو۔ گویا خلفاء کے ساتھ دین کی تمکین کر کے وہ اطاعت رسول کرنے والے ہی قرار پائیں گے۔ یہ وہی نکتہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ

مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ

یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 367)

اطاعتِ رسول بھی خلیفہ کے بغیر نہیں ہو سکتی

"اطاعت رسول بھی جس کا اس آیت میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے ایک رشتہ میں پرو دیا جائے۔۔۔ صحابہؓ میں ایک نظام کے تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی روح حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی چنانچہ رسول کریمؐ انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہؓ اسی وقت عمل کرنے کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔۔۔ اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا پس جب بھی خلافت ہوگی اطاعت رسول بھی ہوگی۔

(تفسیر کبیر تفسیر سورہ نور)

اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے زیادہ زور نماز باجماعت پر دیا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ دن میں پانچ مرتبہ تمام مقتدیوں کو اپنے امام کے ساتھ رکوع وسجود کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا توحید کے عملی قیام کی تربیت دی گئی ہے ایک آواز پر اٹھنے اور بیٹھنے کی ٹریننگ دی گئی ہے جمعہ اور عید کے موقع پر تمام چھوٹی مساجد کے امام بھی جمعہ اور عید کے امام کی اقتداء میں رکوع وسجود کرتے ہیں اس طرح سے اللہ تعالیٰ ہماری تربیت کر رہا ہے کہ تم نے ایک امام کی پیروی کرنی ہے اور مسیح موعود کے وقت جب تمام دنیا نے امت واحدہ بننا ہے اس وقت خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی اس وقت تم سب نے اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ کی اطاعت کرنی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نماز کا امام جو صرف چند مقتدیوں کا امام ہوتا ہے اس کے بارہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے ڈرتا نہیں کہ جب وہ اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی شکل گدھے کی شکل بنا دے۔''

(بخاری کتاب الاذان باب اثم من رفع رأسہ قبل الامام)

اگر دنیا کے بنائے ہوئے چند مقتدیوں کے امام سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والے کو گدھے کے سر والا قرار دیا گیا ہے تو وہ امام جسے خدا نے بنایا ہو اور وہ تمام دنیا کا امام ہو جس کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی ہو اس کی اطاعت کتنی ضروری سمجھی جائے گی اور اس کی نافرمانی کرنے والا کتنا بڑا گناہ گار ہوگا۔

جو لوگ بھی اپنے امام کی کامل اطاعت نہیں کرتے وہ ضرور نقصان اٹھاتے ہیں جیسا کہ جنگ اُحد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی درّہ کے بارے میں فرمایا کہ خواہ ہم مارے جائیں یا جیت جائیں تم نے اس درّہ کو نہیں چھوڑنا مگر جب فتح ہوگئی تو صحابہ نے وہ درّہ چھوڑ دیا۔ دشمن نے درّہ خالی دیکھا تو واپس پلٹے اور حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا اور آنحضور ﷺ کو بھی زخم آئے۔ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''اگر وہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اسی طرح چلتے جس طرح نبض حرکت قلب کے پیچھے چلتی ہے اگر وہ سمجھتے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک حکم کے نتیجہ میں اگر ساری دنیا کو بھی اپنی جانیں قربان کرنی پڑتی ہیں تو وہ ایک بے حقیقت شئے ہیں۔ اگر وہ ذاتی اجتہاد سے کام لے کر اس پہاڑی درّہ کو نہ چھوڑتے جس پر رسول کریم ﷺ نے انہیں اس ہدایت کے ساتھ کھڑا کیا تھا کہ خواہ ہم فتح حاصل کریں یا مارے جائیں تم نے اس مقام سے نہیں ہلنا تو نہ دشمن کو دوبارہ حملہ کرنے کا موقع ملتا اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو کوئی نقصان پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ وہ لوگ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے احکام کی پوری اطاعت نہیں بجالاتے اور ذاتی اجتہادات کو آپ کے احکام پر مقدم سمجھتے ہیں۔ انہیں ڈرنا چاہیئے کہ اس کے نتیجہ میں کہیں ان پر کوئی آفت نہ آجائے یا وہ کسی شدید عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ گویا بتایا کہ اگر تم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہارا کام یہ ہے کہ تم ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھو اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جاؤ۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 410-412)

سچی اطاعت کا مفہوم، اس کی اہمیت و برکات

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اللہ اور اس کے رسولؐ اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بُت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم، قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سِرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانے میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے۔ خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی۔ وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارِ گراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی مگر رسول کریم ﷺ کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپؐ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔۔۔ ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہوکر بہہ نکلی تھیں۔ یہ اس اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کر لیا۔۔۔ تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو تو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں، ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 246-248 تفسیر سورۃ النساء زیر آیت 60)

اطاعت کے پاک نمونے

اب آپ کے سامنے آنحضور ﷺ کے صحابہ کی اطاعت کے چند واقعات بیان کرتا ہوں:

❁......جنگِ بدر کے موقعہ پر حضرت مقداد بن اسود نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم قومِ موسیٰ کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ تو اور تیرا ربّ جا کر لڑو بلکہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے، بائیں بھی لڑیں گے۔ آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں آپ کی جان ہے اگر آپ سواریوں کو بَرْكُ الْغِمَادُ کے مقام تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کی پیروی کریں گے۔

(سیرت حلبیہ جلد سوم صفحہ 386 مترجم محمد اسلم قاسمی دارالاشاعت کراچی طباعت شکیل پریس کراچی)

یہ صرف دعویٰ نہیں تھا بلکہ جب کفار مکہ نے اپنے نمائندے کو بھیجا کہ معلوم کرو مسلمانوں کی کتنی طاقت ہے۔ وہ واپس آیا اور آ کے کہا کہ بے شک مسلمانوں کی تعداد 310 ہے مگر اب میری قوم تجھے میرا یہی مشورہ ہے کہ مسلمانوں سے جنگ نہ کرنا۔ میں نے وہاں اونٹوں پہ انسان نہیں موتیں دیکھی ہیں۔

❁......ایک جنگ کے موقع پر تیروں کی بوچھاڑ تھی اور حضرت طلحہ اپنا ہاتھ آنحضور ﷺ کے چہرہ مبارک کے آگے رکھے ہوئے تھے۔ تیر آتے تھے آپ کے ہاتھ پر لگتے تھے مگر طلحہ اُف بھی نہ کرتے تھے کہ اگر ہاتھ ہل گیا تو کوئی تیر آنحضرت ﷺ کو جا لگے گا۔ طلحہ نے اپنا ہاتھ کٹوا دیا مگر کسی بھی تیر کو آنحضور ﷺ کے چہرہ مبارک تک نہ پہنچنے دیا۔

❁......سعد بن ربیع میدان اُحد میں شدید زخمی ہوکر قریب المرگ تھے آنحضورؐ نے محمد بن مسلمہ کو حال معلوم کرنے کیلئے بھجوایا۔ محمد بن مسلمہ میدان اُحد میں بکھری لاشوں میں انہیں تلاش کرتے اور آوازیں دیتے رہے لیکن کوئی جواب نہ ملا تب انہوں نے بآوازِ بلند پکارا کہ اے سعد بن ربیع مجھے رسول اللہ نے تمہاری خبر لینے کیلئے بھیجا ہے۔ یہ پکار سننا تھی کہ لاشوں میں ایک حرکت سی ہوئی اور سعد کی نحیف سی آواز آئی۔ جب محمد بن مسلمہ نے رسول اللہ کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا کہ میں تو اب قریب المرگ ہوں۔ میرا اسلام بھی رسول اللہ کو پہنچا دینا اور جس طرح ہم نے اپنا عہد نبھا یا تم بھی اپنا عہد نبھانا۔

(سیرت حلبیہ۔ جلد 2 صفحہ نمبر 202-203 مترجم محمد اسلم قاسمی دارالاشاعت کراچی پاکستان)

❁......شراب کی مجلس لگی ہوئی تھی دَور پہ دَور چل رہا تھا کسی نے آواز دی کہ شراب حرام کردی گئی ہے۔ کسی نے کہا کہ پوچھ تو لو کہ یہ بات درست بھی ہے یا نہیں۔ مگر عرب کا مخمور مسلم ایک راستے پہ چلنے والے کی اکیلی آواز سن کر کہ شراب حرام کی گئی ہے شراب کے مٹکوں کو توڑ کر مدینہ کی گلیوں میں شراب ہی کا دریا بہا دیتا ہے اور آئندہ کبھی شراب کے نزدیک بھی نہیں جاتا۔

❁......حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پیارے مرید حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''مولوی حکیم نورالدین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالےٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا۔ مگر خود بھوکے

پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھادینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا۔ یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے۔۔۔اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے اس کی نظیر اب تک کوئی میرے پاس نہیں۔۔۔خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اس امت میں زیادہ سے زیادہ کرے۔ آمین ثم آمین ع

چہ خوش بودے اگر ہر یک زاُمت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے''

(نشانِ آسمانی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 407)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وَيَتَّبِعُنِیْ فِیْ كُلِّ اَمْرِیْ كَمَا يَتَّبِعُ حَرَكَةُ النَّبْضِ حَرَكَةَ النَّفْسِ وَاَرَاهُ فِیْ رَضَائِیْ كَالْفَانِيْنَ۔
(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 586)

اور وہ میری ہر امر میں اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح نبض حرکتِ قلب کی پیروی کرتی ہے اور میں انہیں دیکھتا ہوں کہ وہ میری رضا میں فنا شدہ لوگوں کی طرح ہیں۔

❁......اطاعت امام میں فنا شدہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ نے تار دلوایا کہ دہلی آجاؤ۔ تار لکھنے والے نے لکھ دیا بلا توقف چلے آؤ۔ جب یہ تار قادیان پہنچا تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے تھے۔ اس خیال سے کہ تعمیل میں دیر نہ ہو فوراً اٹھے اور چل پڑے نہ گھر گئے نہ لباس بدلا نہ بستر لیا یہاں تک کہ ریل کا کرایہ بھی جیب میں نہ تھا مگر اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کرنی تھی خدا تعالےٰ نے بھی معجزانہ مدد کی اور ایک ہندو مریض سٹیشن پر بھجوایا جس نے دہلی کا ٹکٹ اور معقول رقم نذرانہ کے طور پر پیش کی۔ یوں آپ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(حیاتِ نور صفحہ 285)

❁......آپ نے بھیرہ میں ایک شفا خانہ اور ایک عالیشان مکان بنوانا شروع کیا کچھ سامان خریدنے لاہور گئے تو زیارت کیلئے قادیان آگئے۔ فوری واپسی کا ارادہ تھا اس لئے واپسی کی شرط پہ یکہ بھی کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں مولوی صاحب نے عرض کیا ہاں حضور! اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ وہاں سے اٹھے اور یکہ والے کو فارغ کر دیا چند دن بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو اکیلے رہنے میں تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوالیں۔ آپ نے بیوی کو بلوالیا اور خط لکھا کہ تعمیر کا کام بند کر دو۔ مجھے آنے میں شاید دیر ہو جائے۔ جب آپ کی بیوی آگئی تو چند دن بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہٰذا اپنا کتب خانہ بھی منگوالیں۔ چند دن بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے اُسے بھی بلوالیں۔۔۔پھر ایک موقع پر فرمایا کہ مولوی صاحب! اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ شروع میں تو مَیں ڈرا کہ یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں بھیرہ نہ جاؤں مگر یہ کس طرح ہوگا کہ میرے دل میں بھیرہ کا خیال بھی نہ آئے۔ آپ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میرے واہمہ اور خواب میں بھی مجھے وطن کا خیال نہ آیا۔ پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے۔''

❁......ایک ہندو کی بیوی بٹالہ میں سخت بیمار تھی حضور علیہ السلام کی اجازت سے آپ بٹالہ جانے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

''اُمید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے عرض کی بہت اچھا'' بٹالہ گئے۔ مریضہ کو دیکھا واپسی کا ارادہ کیا مگر بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ راستہ خطرناک ہے بارش بہت ہے۔ آپ کو پیدل بھی چلنا پڑے گا۔ آپ کل چلے جائیں۔ مگر اطاعت کے پیکر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ نہیں میرے آقا کا ارشاد یہی ہے مجھے آج ہی قادیان پہنچنا ہے۔ یکہ لیا روانہ ہوئے۔ راستے میں پیدل بھی چلنا پڑا۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ مگر قادیان پہنچ گئے اور فجر کی نماز پہ حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ:

"کیا مولوی صاحب آ گئے ہیں"

آپ نے آگے بڑھ کر عرض کی:

"حضور میں واپس آ گیا تھا۔" یہ نہیں کہا کہ حکم کی تعمیل کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہو گئے ہیں اور اپنی تکلیف کا بالکل بھی ذکر نہ کیا۔"

......حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ فرماتے ہیں:

"ایک شہد کی مکھی سے انسان بہت کچھ سیکھتا ہے وہ کیسی دانائی سے گھر بناتی، شہد بناتی ہے۔۔۔بدبودار چیز پر بھی نہیں بیٹھتی پھر اپنے امیر کی مطیع ہوتی ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 68)

......حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ فرماتے ہیں:

"کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا اور یا پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک مُلّاں بھی کر سکتا ہے اس کیلئے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔"

(الفرقان خلافت نمبر مئی، جون 1967 صفحہ 28)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی اطاعت کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض خدا کی رضا کی خاطر تھی۔ غیروں کی نظر میں بھی آپ کا ایک عظیم مقام تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے سرسید احمد خان سے پوچھا کہ جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کر کے حکیم ہو جاتا ہے۔ حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ سرسید نے جواب میں کہا کہ نورالدین بنتا ہے۔

(بحوالہ حیات نور صفحہ 217)

......یہی نورالدین جب ترقی کرتے کرتے خلافت کے منصب پہ فائز ہوئے تو اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اِعْتِصَام حَبْلُ اللّٰہ کے ساتھ ہو۔ قرآن تمہارا دستور العمل ہو۔ باہم کوئی تنازع نہ ہو کیونکہ تنازع فیضان الٰہی کو روکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم جنگل میں اسی نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے احتیاط کی اور وہ کامیاب ہو گئے۔ اب تیسری مرتبہ تمہاری باری آئی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسّال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ۔ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔ وحدت کو ہاتھ سے نہ دو۔ دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوش معاملگی میں کوتاہی نہ کرو۔ تیرہ سو برس کے بعد یہ زمانہ ملا ہے اور آئندہ یہ زمانہ قیامت تک نہیں آ سکتا۔ پس اس نعمت کا شکر کرو۔ کیونکہ شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ

(ابراہیم: 8)

لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے

اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ

(ابراہیم: 8)

(خطبات نور صفحہ 131)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے امام کے سچے مطیع تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ فرماتے ہیں:

"میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے۔۔۔مَیں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے اور ایسا فرمانبردار کہ تم (میں سے) ایک بھی نہیں۔"

......آپ کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے چند حوالے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

"خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہء وقت

کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 1936 مندرجہ الفضل 31 جنوری 1936 صفحہ 9)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے عقلمند اور مدبر ہو، اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو، ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔"

(الفضل 4 ستمبر 1937 صفحہ 8)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے۔"

(الفضل 20 نومبر 1946 صفحہ 7)

ہر قسم کی فضیلت امام کی اطاعت میں ہے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"یاد رکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔۔۔ ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہوں، ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے دعوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہوگی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔"

(الفضل 15 نومبر 1946 صفحہ 6)

خلافت کی اطاعت اور اس کی کامل فرمانبرداری کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"اس کی معیت، اس کی رفاقت، اس کی اطاعت، اس کی حرکت پر حرکت، اس کے سکون پر سکون، اس کی طلب پر لبیک، اس کی دعوت پر اتفاق جان و مال، ہر مسلمان کیلئے فرض کر دیا گیا۔ ایسا فرض جس کے بغیر وہ جاہلیت کی ظلمت سے نکل کر اسلامی زندگی کی روشنی میں نہیں آ سکتا۔ اسلام کی اصطلاح میں اسی قومی مرکز کا نام "خلیفہ" اور "امام" ہے۔"

(مسئلہ خلافت از مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ 38)

اسی طرح حضرت شاہ اسماعیلؒ اپنی کتاب منصب امامت میں لکھتے ہیں:

"امام وقت سے سرکشی اور روگردانی گستاخی کا باعث ہے۔ امام کے ساتھ بلکہ خود گویا کہ رسول کے ساتھ ہمسری ہے اور خفیہ طور پر خود رب العزت پر اعتراض ہے کہ ایسے ناقص شخص کو کامل شخص کی نیابت کا منصب عطا ہوا۔ الغرض اس کے توسل کے بغیر تقرب الٰہی محض وہم و خیال ہے جو سراسر باطل اور محال ہے۔"

(منصب امامت صفحہ 111 از شاہ اسماعیل شہید مترجم حکیم محمد حسین علوی
مطبوعہ حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک جنگ کے موقع پر خالد بن ولیدؓ جو کمانڈر انچیف تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں ہٹا کے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو کمانڈر انچیف بنا دیا۔ خالد بن ولیدؓ خود حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے پاس گئے اور کہا کہ خلیفہ وقت کے حکم کی فوری تعمیل کریں اور کمانڈر انچیف کا عہدہ سنبھال لیں۔ مجھے آپ جو بھی کام دیں گے میں کروں گا خواہ چپڑاسی کا کام دیں۔

خالد بن ولیدؓ جانتے تھے کہ اصل برکت خلافت کی اطاعت میں ہے اور وہی کامیاب ہوگا جس کے ساتھ خلیفہ وقت کی دعائیں اور تائید ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہ جنگ بڑی شان کے ساتھ جیتی گئی۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے مسجد جاتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی بیٹھ

جاؤتو آپ نے یہ گوارانہ کیا کہ آنحضورؐ کی آواز کانوں میں پڑے اوراس کی تعمیل نہ ہو۔آپ اُسی وقت بیٹھ گئے۔

یہ نظارہ خداتعالیٰ نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے زمانہ میں بھی دکھایااورابھی خلافت خامسہ کے انتخاب کے معًا بعد جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز احباب جماعت سے بیعت لینے لگےتو مسجد فضل لنڈن میں کھڑے احباب سے فرمایا بیٹھ جائیں۔جب یہ اعلان لاؤڈ سپیکر پر ہوا کہ حضور نے فرمایا ہے بیٹھ جائیں تو ساری دنیانے یہ نظارہ دیکھا کہ لنڈن کی سرد رات تھی ہزاروں کا مجمع جوسڑک پر کھڑا تھااوراپنے نئے امام کی بیعت کرنے کوتیارتھااسے جب یہ حکم سنائی دیا کہ بیٹھ جائیں تو ایک ہی لمحے میں ہزاروں کا مجمع ٹھنڈی سڑک پر بیٹھ گیا۔اور یوں ہزاروں احمدیوں نے عبداللہ بن رواحہؓ بن کے اپنے پیارے امام کی اطاعت کی اوراپنے پیارے مسیح موعود کے ارشاد کی تعمیل کی کہ تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔اطاعت ہوتو ویسی ہو۔اپنے اس نئے امام کی جس کی ابھی بیعت بھی نہیں کی آواز پرفوری لبیک کہتے ہوئے اسی لمحے زمین پر بیٹھ کر اطاعت کے باب میں ایک نئی تاریخ رقم کی۔

روس کے ایک بادشاہ نے اپنے دربان ٹالسٹائے کوحکم دیا کہ اندر کسی کونہیں آنے دینا۔بادشاہ کا بیٹا آیااور اندر داخل ہونا چاہامگر دربان نے روک دیا۔شہزادے نے ناراض ہوکے دربان کو مارا تین چار مرتبہ اسی طرح ہوادربان مار کھاتا رہامگر شہزادےکواندرنہ جانے دیا۔

بادشاہ نے آکے دربان سے کہا کہ شہزادے کو بات نہ ماننے اور ہاتھ اُٹھانے کی سزادواُور اسے مارو۔شہزادے نے کہا کہ مَیں شاہی خاندان کا فرد ہوں ایک دربان مجھے نہیں مار سکتا۔اس پر بادشاہ نے ترقی دیتے دیتے اُس دربان کو کاؤنٹ (Count) بنادیااور پھرحکم دیا کہ کاؤنٹ ٹالسٹائے اس شہزادے کو مارو اوردربان سے شہزادے کو پٹوایااوراپنی بات کی عظمت کوقائم رکھا۔

وہ تو روس کاایک بادشاہ تھاجسے اپنی بات کی اس قدر غیرت تھی کہ اس نے اپنے ہی خون کواپنے دربان کے ہاتھوں پٹوادیا۔وہ شخص جسے خدانے تمام دنیا کاامام بنایا ہواوراُس کی اطاعت کوفرض قراردیا ہوجسے خداتعالےٰ نے اپنی شناخت کاذریعہ بنایا ہو۔جس کی کامیابی کا خودخداضامن ہواس کی نافرمانی گویا خداتعالیٰ سے جنگ کی تیاری ہے۔وہ وجود جوخدا کے نمائندہ کی حیثیت سے تمام دنیا کاامام بن کے خدا کی توحید کا پرچار کرنے والا ہواس کی نافرمانی یقینی طور پرخدا کے عذاب کو آوازدیناہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''مبلغین اور واعظین کے ذریعہ بار بار جماعتوں کے کانوں میں یہ آواز پڑتی رہے کہ پانچ روپے کیا، پانچ ہزارروپے کیا، پانچ لاکھ روپے کیا، پانچ ارب روپے کیا، اگرساری دنیا کی جانیں بھی خلیفہ کے ایک حکم کے آگے قربان کردی جاتی ہیں تو وہ بےحقیقت اور ناقابل ذکر چیز ہیں۔۔۔اگر یہ باتیں ہرمرد، عورت، ہربچے، ہر بوڑھے کے ذہن نشین کی جائیں اوران کے دلوں پران کانقش کیا جائے تو وہ ٹھوکریں جوعدم علم کی وجہ سےلوگ کھاتے ہیں کیوں کھائیں۔''

(تعلیم العقائدوالاعمال پرخطبات ازحضرت مصلح موعودصفحہ 63
مرتبہ ادارہ ترقی اسلام سکندرآباددکن)

''تم سب امام کے اشارے پرچلواوراس کی ہدایات سے ذرّہ بھر بھی اِدھر اُدھر نہ ہو۔جب وہ حکم دے بڑھو اور جب وہ حکم دے ٹھہر جاؤ اور جدھر بڑھنے کا وہ حکم دے اُدھر بڑھواورجدھر سے ہٹنے کاوہ حکم دےاُدھر سے ہٹ جاؤ۔''

(انوارالعلوم جلد 14صفحہ 515-516)

امام کی ڈھال کے پیچھے آجاؤ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

''اے دوستو! بیدارہواوراپنے مقام کوسمجھواوراُس اطاعت کانمونہ دکھاؤ جس کی مثال دنیا کے پردہ پرکسی اورجگہ پرنہ ملتی ہواورکم سے کم آئندہ کیلئے کوشش کروکہ سَو (100) میں سے سَو ہی کامل فرمانبرداری کانمونہ دکھائیں اوراُس ڈھال سے باہرکسی کا جسم نہ ہو جسے خداتعالیٰ نے تمہاری حفاظت کے لئے مقررکیا ہے اور "اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ۔"

پرایساعمل کروکہ محمدرسول اللہ ﷺ کی روح تم سےخوش ہوجائے۔

(انوارالعلوم جلد 14صفحہ 525)

پس آج ہم سب کا فرض ہے کہ ہم سب اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے ایک اشارے پر آپ کے دائیں بھی لڑیں اور بائیں بھی لڑیں اور آگے بھی لڑیں اور پیچھے بھی لڑیں۔

ہم طلحہ کا ہاتھ بن کے خلافت احمدیہ کی طرف بڑھنے والے ہر تیر کو اپنے ہاتھوں پہ لے لیں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل اور کوئی دشمن کوشش خلافتِ احمدیہ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔

ہم دلی بشاشت سے لذت و سرور محسوس کرتے ہوئے اپنے امام کی ہر بات کو ماننے والے ہوں۔ ہم ایسی اطاعت کرنے والے ہوں کہ ہمارے دلوں کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کے بہہ نکلیں۔

ہم اپنے امام کی ہر امر میں اس طرح پیروی کرنے والے ہوں جس طرح نبض حرکت قلب کی پیروی کرتی ہے۔

ہم اپنے آپ کو اپنے امام کے ہاتھ میں اس طرح دینے والے ہوں جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں۔

ہم اپنے امام سے اس طرح وابستہ ہوں جس طرح گاڑیاں انجن کے ساتھ۔

ہم خلافت احمدیہ کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار ہوں اور اپنی اولاد در اولاد کو خلافتِ احمدیہ سے وابستہ رہنے کی تلقین کرنے والے ہوں۔

خلافت کی محبت اور اطاعت ہمارے چہروں سے اس طرح جھلک رہی ہو کہ دیکھنے والا ہر دشمن جا کے اس بات کی گواہی دے کہ تم لوگ خلافتِ احمدیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے چاہنے والے انسان نہیں موتیں ہیں جو خلافت کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ان الفاظ پہ میں اپنی یہ تحریر ختم کرتا ہوں۔

''خلافت زندہ رہے اور اس کے گرد جان دینے کیلئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔ صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن، تقویٰ تمہارا لباس ہو۔ خدا تعالیٰ تمہارا ہو اور تم اُس کے ہو۔ آمین۔''

ازل سے ہی تُو خاتم الانبیاء تھا

ارشاد عرشی ملک

ازل سے ہی تُو خاتم الانبیاء تھا
ازل سے ہی تُو نقطۂ منتہا تھا
جب ارض و سما، نہ زمان و مکاں تھا
اندھیرا خلا تھا، دھوآں ہی دھوآں تھا
نہ تھے چاند سورج نہ تھیں کہکشائیں
نہ بادل، نہ بارش، نہ ٹھنڈی ہوائیں
سمندر نہیں تھے، فضائیں نہیں تھیں
یہ موسم نہیں تھے، گھٹائیں نہیں تھیں
تھی بزمِ عناصر عجب زلزلوں میں
جب آدم تھا تخلیق کے مرحلوں میں
تھا مٹی میں، پانی میں، گارے میں لت پت
کُل انسانیت تھی خسارے میں لت پت
ملائک تھے حیراں، عجب بے کلی تھی
تجسّس تھا وہ سب کی جاں پر بنی تھی
نظر تب بھی خالق کی تجھ پر لگی تھی
اور ایسی نظر جس میں وارفتگی تھی
ترے واسطے ہی یہ سب غلغلہ تھا
ترے واسطے ہی جہاں سج رہا تھا
تُو اُس وقت بھی نُقطۂ مُنتہا تھا
تُو اُس وقت بھی خاتم الانبیاء تھا

منصبِ خلافت کی عظمت

لطف الرحمٰن محمود

"خلافت" ایک ایسی مشہور اسلامی اور دینی اصطلاح ہے جس سے ہر مسلمان آگاہ ہے۔ بعض قرآنی آیات میں اس کا ذکر موجود ہے۔ حدیث میں بھی اس کے حوالے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مذکور ہیں۔ تاریخ اسلام کے ایک بڑے حصے کی وسیع عمارت اسی بنیاد پر استوار ہے۔

قرآن مجید میں خلافت کا ذکر

قرآن مجید میں خلافت کے ذکر کے کئی Scenario ہیں۔ خلافتِ آدمؑ کے حوالے سے درج ذیل آیت میں فرشتوں سے خطاب ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَة

(البقرة: 33)

اور اے انسان! تو اس وقت کو یاد کر جب تیرے رب نے (ملائکہ سے کہا) کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اس وقت ملائکۃ اللہ تعالیٰ کے اس متوقع اقدام کی حکمت کو نہیں سمجھ پائے ع

تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار

فرشتوں نے خون خرابے کے خدشے کا اظہار کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اس ارادے سے وابستہ حکمتوں سے لاعلمی کی طرف متوجہ کیا۔ نسلِ آدم کے پہلے نبی اور رسول کی حیثیت سے حضرت آدم علیہ السلام کو درسِ توحید کے علاوہ انسانوں کیلئے مل جل کر رہنے نیز لباس اور معاشرت کے آداب وقوانین کے حوالے سے تعلیمات دی گئیں۔ خلافت کے دوسرے سینار یو کیلئے حضرت داوٗدؑ کی مثال دی گئی ہے۔ جن کی ذات میں رسالت کے ساتھ بادشاہت بھی جمع تھی۔ سورۃ صٓ کی آیت 27 میں حضرت داوٗد علیہ السلام سے خطاب ہے۔

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔

اے داوٗد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ حکم کر۔

حضرت داوٗدؑ اپنے عہد کی ایک مضبوط حکومت کے حکمران تھے۔ ایک بڑی فوج کے سپہ سالار اعظم بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں لوہے کی صنعت میں خاص ذہانت اور تکنیکی علم سے نوازا (سورۃ سبا آیات 12,11) اور اُنہیں اپنی فوج کیلئے زرہیں تیار کروانے کے مواقع بھی ملے (سورۃ الانبیاء آیت 81)۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر انہیں قیام عدل کیلئے مُکلّف کیا۔ یہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلام میں عادل حکمران کی بڑی فضیلت ہے۔ عدل اور خلافت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

تیسرے سینار یو میں اُمّتِ محمدیہ کے اعمال صالحہ بجالانے والے مومنوں سے قیامِ خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ سورۃ النور کی آیت استخلاف (آیت 56) میں اہلِ ایمان کو دینِ اسلام کے استحکام، خوف کے امن وسکینت میں تبدیل ہونے اور توحید کامل سے وابستگی کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

ان تینوں آیات پر ایک نظر ڈالتے ہی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان مختلف سینار یوز میں ایک بات کا اشتراک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے 'قیامِ خلافت کو اپنی ذات کی طرف نسبت دی ہے۔ یہی وہ عقیدہ یا نظریہ ہے جس سے جماعت احمدیہ کا بچہ بچہ واقف ہے یعنی یہ کہ "خلیفہ خدا بناتا ہے"۔ یہی بات

اِنِّیْ جَاعِلٌ، اِنَّا جَعَلْنٰکَ اور وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

میں بیان کی گئی ہے۔ ہمارے بعض مخالفین، از راہِ استہزاء یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں گویا یہ عقیدہ ہم نے خود گھڑ لیا ہے یا ہمارے راہنماؤں اور علماء نے گھول کر ہمیں پلا دیا ہے۔ قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود خلیفہ قائم کرتا ہے اور اُس کی آسمانی تائید اور فعلی شہادت اُس کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو مومن انتخابِ خلافت کے مشورہ میں شامل ہوتے ہیں اُن کی بھاری اکثریت کو آسمانی انتخاب کی طرف اللہ تعالیٰ ہی جھکاتا اور مائل کرتا ہے۔ اور عملاً سب خلیفہء راشد کے دستِ حق پرست پر متحد متفق ہو جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے بڑی شوخی سے پوچھا کہ اگر خلیفہ خدا بناتا ہے تو بنی اُمیہ اور بنو عباس کے خلفاء کو کس نے بنایا؟ عاجز نے ایک لمحہ کے توقف کے بغیر عرض کیا کہ جنہیں آپ ''خلفاء'' کہہ رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''بادشاہ'' یعنی ''ملک'' قرار دیا ہے۔ اور اُن کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں اُن تمام ملوک کو اُن کے باپوں، چچاؤں یا بھائیوں نے مسندِ شاہی پر بٹھایا۔ اُن خاندانی بادشاہتوں کی مستند تاریخ بتاتی ہے کہ باپ، چچا یا بھائی، یا جو شخص بھی حکمران تھا اُس نے اپنا جانشین خود نامزد کیا اور امرائے حکومت سے اُس کی بیعتِ اطاعت لی۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حکمران نے کسی فرد کی جانشینی کا ارادہ تبدیل کر کے چند سال بعد کسی اور شخص کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ چونکہ یہ مستند تاریخی واقعات ہیں اس لئے معترض نے سکوت اختیار فرمایا۔ یہ صحیح ہے کہ اس کائنات میں ''پتہ بھی نہیں ہلتا بغیر اُس کی رضا کے'' جو کچھ ہوتا ہے اُس کے علم اور اذن سے ہوتا ہے۔ خلافتِ حقہ کا انتخاب اُس کی رضا اور منشاء کے مطابق ہوتا ہے اور اسی کا ان آیات میں ذکر ہے۔

حدیث میں خلافت کا ذکر

حدیث لٹریچر میں، خلافت کے موضوع پر کئی احادیث موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبوت کے بعد لازماً خلافتِ حقہ کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔

مَا کَانَتْ نَبُوَّۃٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْھَا خِلَافَۃٌ

(خصائص الکبریٰ حصہ دوم صفحہ 115)

اسی مفہوم کی حدیث کی روایت عبدالرحمٰن بن سہل نے بھی کی ہے (کنز العمال کتاب الفتن جلد 11 صفحہ 476) تاریخ ادیان بھی اس کی شاہد ہے کہ نبوت کی برکات کو جاری رکھنے کیلئے انبیاء و مرسلین کے مخلص رفقاء اور متبعین کو خلعتِ خلافت عطا ہوتی رہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اعلیٰ سے وصل کے بعد، خلافتِ حقہ کا قیام ایک تاریخی حقیقت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جناب یوشع بن نون کے ذریعے ارضِ موعود میں ورود کا وعدہ بڑی شان سے پورا ہوا۔ (ملاحظہ فرمایئے بائبل کی کتاب یوشع باب 1 آیات 2-5)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود ایک حواری، شمعون (پطرس) کو وہ چٹان قرار دیا جس پر چرچ کی عمارت یعنی خلافت تعمیر ہوگی (مرقس باب 3 آیت 16، یوحنا باب 1 آیت 42)۔ کلیسا جناب شمعون ہی کو حضرت مسیحؑ کا جانشین مانتا ہے اور روم میں اُن کی خیالی یا حقیقی قبر کے ارد گرد ہی صدیوں سے پوپ دفن ہوتے آئے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام 120 سال کی عمر میں طبعی وفات کے بعد، کشمیر میں مدفون ہوئے۔ یہ بات بعید از عقل و قیاس نہیں کہ ''بعض حواری اپنے آقا کی خدمت میں فلسطین سے ہندوستان، تبت یا نیپال پہنچے ہوں۔ تھوما (Thomas, The Doubter) کا مزار مضافاتِ مدراس میں واقع ہے۔ ممکن ہے بعض حواری کشمیر آئے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عربی تصنیف 'اَلْھُدٰی وَالتَّبْصِرَۃُ لِمَنْ یَّرٰی' میں ایک نقشہ میں حضرت عیسیٰ کے مزار کے قریب ہی ایک حواری کی قبر کی نشاندہی فرمائی ہے۔ (روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 372)

یہ بھی ممکن ہے کہ خلافتِ مسیحؑ کا آغاز یہاں ہوا ہو۔ آنے والے وقت میں شاید اس پہلو سے بھی انکشاف ہوں۔ عین ممکن ہے کہ ٹیکنالوجی میں نئی پیش رفت ہو۔ یا حالات، اتفاقات، زلازل قسم کے حادثات کے بعد وادیٔ قمران کی طرح کشمیر میں بھی ایسے مرتبان سامنے آجائیں جن سے برآمد ہونے والے شواہد سے تاریخ کے دھارے بدل جائیں!

حضرت حذیفہؓ سے مروی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّہ کو خلافتِ راشدہ کے قیام کی بشارت دی۔ اس کے بعد ملوکیت کی پیشگوئی میں اس کی دو اقسام مُلْکًا عَاضًا، مُلْکًا جَبْرِیَّۃً کا ذکر فرمایا۔

اُمّت نے یہ بھی دَور دیکھا بعض انتہائی ظالم اور سفاک ملوک اور ان کے عُمّال اور حُکّام نے افرادِ اُمّت پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوت کے قائم ہونے کی خوشخبری بھی دی۔
(مسند احمد جلد 4 صفحہ 273 دارالفکر بیروت، لبنان)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ پیشگوئی جماعت احمدیہ میں ظہورِ مہدی و مسیح کے بعد خلافتِ احمدیہ کی شکل میں پوری ہو چکی ہے۔ اس نعمت کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر، اپنے موقع پر آئے گا۔

حدیث کو فقہی مخزن و منبع کے علاوہ، ایک اہم تاریخی دستاویز کا مقام بھی حاصل ہے۔ خلافتِ راشدہ کے قیام، خلفائے راشدین کے عہد میں ہونے والے بعض واقعات، اجتہادات اور ترقیات نیز بعض مسائل و مشکلات کا ذکر بھی ملتا ہے۔

بعض احادیث ایسی بھی ہیں جن پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً غدیر خم کی روایت۔ اہل تشیع اسے غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ اسے غلط اور بے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر، ایک لاکھ بیس ہزار حاجی صحابہ کی موجودگی میں، حضرت علیؓ کو اپنا وصی اور خلیفہ نامزد فرمایا۔ اس اعلان کے بعد، آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ نازل ہوئی یعنی اس ابلاغِ حق کے بعد اسلام کی تکمیل ہوئی۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے، عرفانِ امامت، صفحہ 64,55 مؤلفہ ظفر عباس کشمیری، عباس بک ایجنسی لکھنؤ، انڈیا، ایڈیشن 1998)

اہل تشیع، غدیر خم کی حدیث کی بناء پر، حضرت علیؓ کو وصی اور پہلا خلیفہ راشد مانتے ہیں اور پہلے تین خلفائے راشدین کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔ مگر حدیث لٹریچر کے مطالعہ اور تجویز سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے نہ صرف یہ کہ ان حضرات کی بیعت کی بلکہ اُن سے دینی اور ریاستی امور میں تعاون کرتے رہے۔

تاریخ میں خلافت کا ذکر

خلافتِ راشدہ 632 تا 661 کے زرّیں دَور کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ملوکیت کا دور آیا اور خاندانی حکومتیں معرضِ وجود میں آئیں۔ قُربِ زمانہ کی وجہ سے بنی اُمیّہ بشمول آلِ مروان اور بنی عباس کا ذکر سرِ فہرست ہے:

1۔ بنی اُمیّہ۔ 661 تا 750۔۔ 14 حکمران
2۔ بنی عبّاس۔ 750 تا 1258۔۔ 37 حکمران

تاتاریوں کے ہاتھوں سقوطِ بغداد کے وقت، ایک عباسی شہزادہ 'ابوالقاسم احمد' جان بچا کر مصر پہنچا۔ اُسے ''خلیفہ'' قرار دے کر اس کی بیعت کی گئی اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ ترکِ سلطان 'سلیم' آخری خلیفہ کو اپنے ہمراہ لے گیا اور پرچم اور دوسرے ''تبرکاتِ خلافت'' پر قبضہ کرلیا۔ اس چال سے ترکوں کی ''خلافتِ عثمانیہ'' کا آغاز ہوا۔ تقریباً چار صدیوں تک یہ ''خلافت'' چلی۔ 1924 میں کمال اتاترک پاشا نے پارلیمنٹ کے ایک ریزولیشن سے اس خلافت کو ختم کر دیا۔ اقبالؔ کے اس مصرعہ میں اس سانحہ کا ذکر ہے ع

''چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا''

مختلف اَدوار میں، مصر، ہسپانیہ (سپین) ایران، ہندوستان میں فاطمیین بنی اُمیّہ اور بعض اور خانوادوں نے اپنی اپنی بادشاہتیں اور ''خلافتیں'' قائم کیں۔ مصر میں 909 تا 1171 تک ''فاطمی خلفاء'' کا سلسلہ چلا۔ اس خاندان کے 14 افراد کو حکمرانی کا موقع ملا۔ سپین میں بغداد کے عباسی دور میں 929 سے 1031 تک بنی اُمیّہ کی ایک متوازی حکومت چلی۔ ان میں سے بعض نے ''خلیفہ'' کا لقب بھی اختیار کیا۔ ان کے 9 حکمران گزرے ہیں۔ بعد میں چھوٹی چھوٹی خودمختار حکومتیں قائم ہوگئیں۔ آخری حکمران ابوعبداللہ نے 1492 میں خود الحمرا خالی کر کے جلاوطنی اختیار کرلی!

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے بعد آنے والے سربراہانِ مملکت اسلامیہ کو ''ملک'' یعنی بادشاہ کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ ادب کا تقاضا تھا کہ انہیں ''ملک'' ہی قرار دیا جاتا۔ مگر درباریوں، گورنروں، عمائدین ریاست اور فقہاء، علماء نے بھی اُنہیں ''امیر المؤمنین'' کہنا اور لکھنا شروع کیا۔ اس طرح ہر ''بادشاہِ اسلام'' کو از رُوئے فقہ ظلِ سبحانی اور خلیفہ سمجھا جانے لگا۔

مورخین میں ہمیں ہر قسم کے لوگ مل جاتے ہیں۔ محمد ابن جریر الطبری (923ء تا 839ء) نے اپنی مشہور کتاب ''تاریخ الرسل والملوک'' میں اسلامی مملکت کے بادشاہوں کو ''ملوک'' ہی قرار دیا ہے۔ البتہ جناب جلال الدین السیوطی نے

اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں خلافتِ راشدہ کے بعد آنے والے سربراہانِ مملکت کو ''خلفاء'' ہی لکھا ہے۔ تاریخ اسلام میں ہمیں ایک ایسا حقیقت پسندانہ مکالمہ بھی نظر آتا ہے جس میں ایک جرأت مند شخص کو حق گوئی کی توفیق ملی۔ اس شخص نے حضرت امیر معاویہؓ کو سرِ دربار بآوازِ بلند کہا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَیُّھَا الْمَلِکُ'' اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابی ہونے کے باوجود اپنی سیاسی بصیرت، اندازِ حکمرانی، اپنی بعض پالیسیوں کی وجہ سے وہ ''خلیفہء راشد'' کی بجائے ''بادشاہ'' کہلانے کے مستحق تھے۔ یہ امیر معاویہؓ کی عالی ظرفی ہے کہ اُنہوں نے اس شخص کو صاف گوئی کی سزا نہیں دی!!!

جماعتِ احمدیہ میں روحانی خلافت کی نعمت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جماعت احمدیہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''الوصیت'' میں خلافت حقہ کیلئے ''قدرتِ ثانیہ'' کی اصطلاح استعمال فرمائی۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی مثال دے کر اس کی وضاحت فرما دی۔ جماعت لاہور کے عمائدین نے بھی جو بعد میں حضور علیہ السلام کی شخصی خلافت کے انکار پر اصرار کرنے لگے، 27 مئی 1908 کو بلا جبر و اکراہ، حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن کے ایک وقیع لیڈر، خواجہ کمال الدین صاحب نے صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری کی حیثیت سے اخبار میں جماعت احمدیہ کے تمام افراد کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بیعت کرنے کی تلقین کی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنی تحریر میں ''صدر انجمن احمدیہ'' اور ''قدرتِ ثانیہ'' میں فرق واضح فرمایا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔''

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)

صدر انجمن احمدیہ تو حضورؑ کی زندگی میں موجود تھی۔ اس کے کئی اجلاس ہوئے۔ 29 جنوری 1906 کو منعقد ہونے والے اس انجمن کے پہلے اجلاس کی کارروائی جس پر حضورؑ کے دستخط بھی ثبت ہیں، الوصیت ہی میں شائع شدہ موجود ہے۔ (ایضاً صفحہ 330-332)

مندرجہ بالا تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ قدرتِ ثانیہ سے خلافت کی نعمت مراد ہے جس کا حضور کی وفات کے بعد معرضِ وجود میں آنا مقدر تھا۔ جماعت نے 27 مئی 1908 کو یہ نظارہ دیکھا۔ افسوس کہ جماعت لاہور کے عمائدین کے بعض افراد کی ذاتی رنجش اور بُغض نے نزاع اور اختلاف کی شکل اختیار کر لی اور 1914 میں بدقسمتی سے علیحدگی تک کی نوبت آگئی۔ ذاتی رنجش، شخصی اختلاف اور لفظی نزاع کی یہ خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ جماعت کے ایک معاند، پروفیسر الیاس برنی نے جماعت لاہور کا درج ذیل الفاظ میں تجزیہ کیا ہے:

''لاہوری جماعت نے اپنی حیثیت چمگادڑ کی سی بنا رکھی ہے' جو چاہتی تھی کہ پرندوں میں پرندہ شمار ہو اور چوپایوں میں چوپایہ بنی رہے۔ ایک طرف تو اُس کی یہ کوشش ہے کہ مسلمان اس کو اپنی جماعت سمجھیں اور دوسری طرف یہ کہ قادیانی اس کو اپنی جماعت مانیں، جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اس کی مالی اور اخلاقی مدد کرتے رہیں اور وہ مصلحت آمیزی سے قادیانی تعلیم کی تبلیغ کرے۔ چنانچہ اب تک یہی ہوتا رہا ہے اور وہ چاہتی تھی کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری ہے لیکن انجام وہی ہوا، جو منافقت کا ہوا کرتا ہے۔ مسلمان بھی بیدار اور خبردار ہو گئے اور قادیانی بھی بیزار نظر آتے ہیں۔ غدار سمجھتے ہیں۔''

(قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ' صفحہ 1111 ناشر' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، ایڈیشن 2001)

7 ستمبر 1974 کو جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو ''دائرہ اسلام'' سے خارج کیا تو وہی ظالمانہ کلہاڑا جماعت لاہور پر بھی چلایا۔ میں اسے بھی اُن کی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے نام سے تھوڑی بہت وابستگی کی برکت ہے کہ اُنہیں بھی 72 فرقوں نے دھکے دے کر تہترویں فرقے کے خانے میں ڈال دیا! جماعت لاہور کی نئی نسل کیلئے دو راستے ہیں۔ یا حضرت مسیح موعودؑ کا کھلم کھلا انکار کر کے 72 فرقوں کی بھیڑ میں گم ہو جائیں یا پھر اپنے بزرگوں کے اصل ابتدائی عقائد و نظریات کی طرف رجوع کر کے نظامِ خلافت کی

برکات سے بہرہ مند ہونے کیلئے اپنے بچھڑے ہوئے روحانی بھائیوں سے معانقہ کرلیں!! ع

وفاداری بشرطِ استواری عین ایماں ہے

جماعت احمدیہ کی خلافت نہ تو پیری مریدی ہے، نہ ہی سیاسی یا مادی اقتدار کی جلوہ گری۔ فقط خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی روحانی تجلّی ہے۔ سوچنے والے دل سمجھ رہے ہیں اور بینا آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔

ایک صدی کی تاریخ کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ آخر یہ کیا راز ہے کہ خلافت قائم کرنے کیلئے دوسرے مسلمانوں کی ہر کوشش بے نتیجہ رہی اور دوسری طرف خلافتِ احمدیہ کے انہدام کی ہر قسم کے جدّ وجُہد ناکامی و نامرادی سے ہمکنار ہوئی۔ وہ کون سا ہاتھ ہے جو پسِ پردہ اس امتیاز کو قائم رکھے ہوئے ہے؟ اتفاق اُسے کہتے ہیں جو ایک آدھ بار ہو۔ یہ کس قسم کے ''اتفاقات'' ہیں کہ بار بار ہو رہے ہیں اور ہیں بھی یکطرفہ! ایک کے خلاف، دوسرے کے حق میں؟ کچھ عرصہ قبل میں ''النور'' اور اُس کے انگریزی سیکشن ''احمدیہ گزٹ'' میں ان دونوں پہلوؤں پر تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ 100 سال کے اندر، عالم اسلام میں، خلافت کے احیاء کیلئے کتنی سر توڑ کوششیں کی گئیں؟ اس کوشش میں ہر نوع کی شخصیات شامل ہوئیں۔ بادشاہ (فاروق، شاہ فیصل) شہزادے (شریفِ مکّہ) صحافی، مصنف، مفسّر (جمال الدین افغانی، محمد علی جوہر، ڈاکٹر اسرار احمد) جرنیل (جعفر نمیری، ضیاء الحق)، صاحبانِ اقتدار (میاں نواز شریف، مُلّا عمر)، تنظیمیں اور تحریکیں (تحریکِ خلافت، حزب التحریر، اخوان المسلمون، المہاجرون)، ڈاکو اور غاصب (افغانستان کا بچہ سقاؤ) اسلام کے غیر مسلم ''ہمدرد'' (لارڈ کچنر، گاندھی جی) ان سب نے بھرپور کوششیں کیں۔ ہر طرح کے جتن کئے مگر سب ناکام ہوئے۔

اس تصویر کا دوسرا رُخ بھی انتہائی سبق آموز ہے۔ اس عرصہ میں خلافتِ احمدیہ کو ختم کرنے کیلئے بار بار کوشش کی گئی۔ خطرناک سازشیں کی گئیں۔ بعض حکومتیں بھی اس منصوبہ بندی میں شامل ہو گئیں۔ مگر سب سر غنے ناکام و نامراد رہے۔ ہر حملے کے بعد جماعت پہلے سے زیادہ مضبوط ہو کر سامنے آئی۔ 2008 کو جماعتِ احمدیہ نے خلافت کے صد سالہ جشن تشکر کے طور پر منایا ہے اور دنیا کے 190 ممالک میں اس حوالے سے عظیم الشان تقاریب کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ یہ عالمگیر روحانی انقلاب کوئی معمولی بات نہیں ع

اِک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا

منصبِ خلافت کی برکات

خلیفہء راشد کی مبارک ذات سے بہت سی برکات وابستہ ہوتی ہیں۔ اُمّت کی وحدت کیلئے خلیفہء وقت کا وجود ایک طاقتور مقناطیس کا کردار ادا کرتا ہے۔ افراد کی انفرادی اور اجتماعی حفاظت کیلئے اُس کی دعائیں اور احتیاطی تدابیر اُسے ایک ڈھال بنا دیتی ہیں چونکہ اُس کی نظر قوم کی ضروریات اور اسلام کے مفادات کا احاطہ کئے ہوتی ہے اور وقت کے اہم تقاضوں کی طرف اس کی توجہ مرتکز رہتی ہے وہ انہی جہات کی طرف جماعت کا رُخ مُسلسل موڑتا رہتا ہے۔

خلیفہء وقت کی اطاعت کے جذبے سے جماعت ایک بے پناہ اجتماعی قوت کی شکل میں مجتمع رہتی ہے۔ یہی فرق ہے جو بے مُہار بھیڑ کو ایک منظّم قوم سے جدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہء راشد کی تحریکات برکاتِ الٰہیہ کو جذب کرتے ہوئے کامیابی سے ہمکنار رہتی ہیں۔ خلافت کی مرکزیت، جماعت کو باہمی ہمدردی کے سیمنٹ اور اخوت کی فولادی سلاخوں سے ایک ایسی مضبوط دیوار میں ڈھالتی ہے جس پر کنکریٹ سٹرکچر کا گمان ہوتا ہے۔ ان عملی برکات کو ہر مومن بالخلافت محسوس کرتا ہے۔ ان کے علاوہ قرآن مجید کے مطالعہ سے دو اقسام کی سات خصوصی برکاتِ خلافت کی نشان دہی ہوتی ہے:

① سورۃ البقرۃ اور الجمعہ میں وارد چار برکات، جن کا تعلق خلیفہ کی ذات سے نبی اور رسول کا جانشین اور نائب ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دراصل یہ رسول سے وابستہ برکات ہیں جن کا تسلسل خلیفہ کے وجود میں اس کی کامل اطاعت اور محبت کی وجہ سے جاری رہتا ہے۔

② سورۃ النور میں مذکور تین برکات جو منصب خلافت پر متمکّن شخص کی اپنی ذات کی خصوصیت ہیں ان دونوں نکات کی کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

(ا) سورۃ البقرۃ کی آیت 130 میں وادیٔ غیر ذی زرع میں بیت اللہ کی تعمیرِ نو کے وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایک ایسے رسول کے ظہور کیلئے دعا کی جو

درج ذیل 4 کام کرنے والا ہو:

① تلاوتِ آیات

② تدریس کتاب

③ تعلیم حکمت

④ تزکیہء نفوس

سورۃ البقرۃ کی آیت 152 میں ایک عظیم رسولؐ کی لوگوں میں موجودگی کا ذکر ہے جو یہی چاروں کام سرانجام دے رہا تھا۔ آپ یہ آیت ملاحظہ کریں۔ یہ چاروں کام گنوائے گئے ہیں۔

پھر سورۃ الجمعۃ کی آیت 3 میں ایک مرتبہ پھر اسی رسولؐ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ یہاں بھی انہی چاروں کاموں کی فہرست موجود ہے۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ دوست جانتے ہیں کہ سورہ جمعہ کا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام اور حضورؑ کی جماعت کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اس سورت کی چوتھی آیت میں اس رسولؐ کی ''آخرین'' میں بعثتِ روحانی کی بشارت دی گئی ہے۔

سورۃ الجمعۃ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں نازل ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے ''آخرین'' کے حوالے سے تین بار دُہرائے جانے والے سوال کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ''رجل فارس'' کے ثریا سے ایمان واپس لانے کا ذکر فرمایا۔

(بخاری شریف، جلد دوم صفحہ 1033 ناشر جہانگیر بک ڈپو۔ لاہور)

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی پیشگوئی کو اس بشارت کے ساتھ ملا کر پڑھیئے، سب کڑیاں خود بخود ملتی چلی جائیں گی!

(ب) سورۃ النور کی آیت استخلاف میں منصب خلافت سے وابستہ مندرجہ ذیل 3 برکات کا ذکر فرمایا گیا ہے:

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ

① تمکینِ دین

② خوف کی امن میں تبدیلی

③ توحید کامل سے وابستگی

تمکینِ دین سے اسلام کی بتدریج ترقی، شوکت اور استحکام مراد ہے۔ وہ تمام تدابیر، تجاویز اور اقدامات جو اسلام کی ترقی اور وسیع تر اثر و نفوذ میں مد ہیں۔ تنظیمی مضبوطی، دفاعی قوت میں اضافہ، تبلیغی و تربیتی نظام، اہل اسلام کی سماجی، علمی اور معاشی فلاح و فوز سیاسی اور بین الاقوامی تفوق اور غلبہ یہ سب کچھ تمکین دین میں شامل ہے۔ اس ارتقاء کو خلافت سے وابستہ کیا گیا ہے۔ تاریخ اس کی مؤید ہے۔

خوف کی امن میں تبدیلی گرم سرد، اونچ نیچ، عُسر یُسر سے ہر قوم کو واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ایک ہمدرد، عالی ہمت اور غمگسار میر کارواں کی قیادت میں زندہ افراد مشکلات کے پہاڑ کاٹ کر راستہ بناتے ہیں۔ خلیفہء راشد کا تقویٰ، توکل علی اللہ، راہ نمائی، عزم بالجزم اور دعائیں بہت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہیں۔ خوف کی تاریکیاں سکینت کی روشنیوں میں ڈھلتی رہتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، حضرت ابو بکرؓ کے سریر آرائے خلافت ہوتے ہی منکرینِ زکوٰۃ اور مرتدین کے فتنے، مسیلمہ کذاب، طلحہ اور سجاح کی شورشیں، اور رومی سرحدوں پر خطرات، کتنے خطرناک تھے مگر خلافتِ راشدہ کی برکت سے دیکھتے ہی دیکھتے اسلام مستحکم ہو گیا!

جماعت احمدیہ کو بھی اپنی تاریخ میں اس قسم کے خطرناک مراحل سے گزرنا پڑا مگر ہر خوف اس انداز سے امن میں ڈھلا کہ ساتھ ساتھ کوئی نہ کوئی عظیم برکت معرضِ وجود میں آتی چلی گئی۔ 1934 کے فتنہء احرار کا شیریں پھل ''تحریکِ جدید'' کی شکل میں جماعت کو عطا ہوا جس نے بڑی تیزی سے جماعت کو بین الاقوامی وسعتوں سے ہمکنار کر دیا۔ 1947 میں ہجرت کے پُر آشوب ابتلاء کے بعد، اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک نیا مرکز ''ربوہ'' عطا فرمایا۔ ایک بے آب و گیاہ صحرا کو دنیا نے گل و گلزار ہوتے دیکھا۔ ایک سیاست دان نے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کیلئے 1974 میں جماعت کا اسلامی تشخص چھیننے کی سازش کی۔ حضرت خلیفہء ثالثؒ کی اطمینان بخش تسلی نے جماعت کو استقامت کی چٹان بنا دیا۔ اس سازش

کے اندرونی اور بیرونی دونوں کردار حسرتیں سمیٹ کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔ 1984 میں ایک اور آمر نے جماعت کے نظام خلافت ہی کو ختم کرنے کی سازش کی۔ اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر خلیفہء وقت کی حفاظت فرمائی اور سازشوں کے تانے بانے بُننے والے تباہ و برباد ہوگئے ع

انجام یہ ہوتا آیا ہے فرعونوں کا ہامانوں کا

اللہ تعالیٰ نے خوف کو امن سے بدلنے کے کچھ عرصہ بعد جماعت کو ایم۔ٹی۔اے کا تحفہ عطا فرمایا جس کے 150 کے لگ بھگ Volunteers مختلف زبانوں میں دنیا کے کناروں تک اعلائے کلمۃ اللہ میں شب و روز مصروف ہیں۔ جماعت احمدیہ کی سوسالہ تاریخ آیہء استخلاف کے اس پہلو کی مجسّم تفسیر ہے۔ نعمتِ خلافت کی برکت سے نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار خوف کو امن میں تبدیل کیا بلکہ ہر بار ہر زخم پر اپنی رحمت کا ایسا مرہم رکھا کہ ترقی کی نئی راہیں کھلتی چلی گئیں!!

☆...... توحید کامل سے وابستگی: توحید سے وابستگی کا یہی ثبوت کافی ہے کہ شریعت کی اجازت کے پیش نظر ہم رعایت اسباب کا خیال تو رکھتے ہیں مگر کامیابی کیلئے ان پر بھروسہ نہیں کرتے۔ تائید ایزدی جس پر ہمارا اصل مدار ہے، کو جذب کرنے کیلئے دعاؤں میں منہمک رہتے ہیں۔ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا سے ہوگا۔

6۔ نظامِ خلافت کی برتری

کرۂ ارض کی قدامت کے برعکس، انسانی معاشرے کی اپنی تاریخ کوئی زیادہ پرانی نہیں۔ کل کی بات لگتی ہے۔ انسانی معاشرے کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد حضرتِ انسان نے نظم و نسق اور حکومت کے مختلف طریقے سوچے اور آزمائے۔ ارتقائی مراحل سے گزرنے کے بعد مندرجہ ذیل دو مشہور نظام نمایاں ہوکر سامنے آئے ہیں۔

(۱) جمہوریت

(۲) آمریت

جمہوریت کی کئی قسمیں ہیں۔ اسی طرح ڈکٹیٹرشپ یا آمریت کے بھی کئی رُوپ ہیں۔ انسانی تجربات نے ثابت کردیا ہے کہ بعض خامیوں اور خرابیوں کے باوجود جمہوریت بہتر نظام حکومت ہے۔ امریکی صدر ابراہام لنکن کا یہ قول جمہوریت کے اصل خدّ وخال اور مزاج کی ترجمانی کرتا ہے:

"Government of the people, by the people, for the people."

جمہوریت میں فیصلے عوام کے مشوروں سے کئے جاتے ہیں۔ بحث و تمحیص کے بعد اکثریت کا فیصلہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ قانون کا اصول مانا جاتا ہے۔ عقیدہ اور مذہب پر عمل درآمد کی آزادی ہوتی ہے۔ معاشی سرگرمیوں کا انحصار آزاد مارکیٹ پالیسی پر ہوتا ہے۔ ان تمام اصولوں سے جمہوری نظام کی خوبی اور بہتری واضح ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جمہوریت سے بھی غلطیاں سرزد ہوسکتی ہیں اور ہوئی ہیں۔ ستمبر 1974 میں جماعت احمدیہ کو جمہوریت کی ایک ایسی ہی لغزش کا تلخ تجربہ ہوا جب پاکستان کی اُس وقت کی سیاسی قیادت نے ارکان پارلیمنٹ سے سازباز کرکے اُسے قومی اسمبلی سے ''غیر مسلم اقلیت'' قرار دے دیا۔ یہ ایک ایسی ترمیم تھی جس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائی ہوئی مسلمان کی دونوں تعریفوں (Definitions) کو بڑی جسارت اور بے ادبی سے نظر انداز کرکے ''جمہوری'' فیصلے کی دھونس نافذ کردی گئی۔ اس ترمیم کی بے برکتی سے ملک کا آئین بے برکت ہوگیا ہے۔ جب تک اس ظالمانہ فیصلے کی تلافی نہیں ہوگی، یہ نحوست آئین کے سر پر مُنڈلاتی رہے گی!!

جمہوری نظام نے دوسرے ممالک میں بھی غلط فیصلے کئے ہیں۔ قوانین وضوابط کی ترمیم و تنسیخ کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ مغربی یورپ کے متعدد ممالک' کینیڈا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی کئی ریاستوں میں جمہوریت کے زیرسایہ پارلیمنٹوں اور اسمبلیوں نے ہم جنس جوڑوں کے رشتہء ازواج (Same Sex Marriage) کو جائز قرار دے دیا ہے۔ اڑھائی دوسو سال قبل جس جُرم کی سزا زندہ نذرِ آتش کرنا تھا، وہی کام اب ایک قابلِ فخر عائلی رشتہ اور سماجی رویہ قرار پا چکا ہے۔ اس تنظیم کا پرچم ہے، رسائل و جرائد ہیں اور اس کی تائید میں جلوس نکالے جاتے ہیں۔

جمہوریت کی طرح آمریت میں بھی خرابیاں اور خوبیاں دونوں موجود ہیں۔ آمریت میں اختلافِ رائے کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ انفرادی اور شخصی آزادی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے بلکہ نہیں ہوتی۔ جبراً لوگوں سے حکومت کی پالیسیوں پر عمل کروایا جاتا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، عوام کی توانائی کو مجتمع کر کے ڈکٹیٹروں نے اپنے ممالک میں بڑی کامیابیاں بھی حاصل کیں۔ ہٹلر کی مثال لے لیجئے۔ جنگ عظیم اوّل کے بعد جرمنی کو ظالمانہ شکنجوں میں کس دیا گیا۔ ہٹلر اس کا ردِعمل تھا۔ اس کی نازی پارٹی نے اپنے منشور پر عمل کروا کر جرمنی کو مغربی یورپ کا سب سے زیادہ طاقتور ملک بنا دیا مگر ہر مخالف آواز کو کچل دیا۔ 1933 میں ہٹلر نے جنگی تیاریوں کا آغاز کر دیا۔ چند سال کے بعد، 1940 میں جرمنی نے دیکھتے ہی دیکھتے 10 ممالک پر قبضہ کر لیا۔ سیاسی نظریات کے اختلافات کے باوجود اس میں کوئی شک نہیں کہ ہٹلر نے جرمن قوم کے مرد و زن اور خرد و کلاں کو بدل کر رکھ دیا۔ رُوس کی مثال بھی اتنی ہی دلچسپ ہے۔ لینن کے بعد سٹالین کا دور آیا۔ وہ 1929 سے 1953 تک رُوس کا آمرِ مطلق رہا۔ مطلق العنانی اور ظالمانہ اندازِ حکومت کی وجہ سے مؤرخین اُسے ''سرخ زار'' قرار دیتے ہیں۔ اپنے پہلے پانچ سالہ منصوبے میں اس نے روس کو اقتصادی، زرعی اور صنعتی انقلاب کی راہ پر ڈال دیا۔ چند سالوں میں روس ایک عظیم طاقت بن گیا۔ مگر لاکھوں مزدور اور کسان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ سٹالین نے اپنے تمام مخالف قتل کروا دیئے۔ یہی کیفیت ہمیں شمالی کوریا میں نظر آتی ہے۔ شمالی کوریا ایک ایٹمی طاقت ہے اور میزائل ٹیکنالوجی میں بھی بہت آگے ہے۔ مگر عوام فاقہ کشی پر مجبور ہیں۔ گھاس پھونس کھاتے ہیں۔ ہمسایہ ملک جنوبی کوریا، جمہوریت کا علمبردار ہے۔ ہر لحاظ سے خوشحال ہے اور صنعت اور تجارت کے لحاظ سے ایشیا کے صفِ اوّل کے ممالک میں شامل ہے۔ جمہوری لیڈر کو عوام کی ضروریات اور مسائل کا خیال رہتا ہے۔ آمرِ مطلق کی سوچ ہی مختلف ہوتی ہے۔

خلافتِ راشدہ میں جمہوریت اور آمریت دونوں نظاموں کی خوبیاں تو پائی جاتی ہیں مگر ان کی خرابیاں موجود نہیں ہیں۔ بادشاہت میں حکومت وراثت میں چلتی ہے۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومت دراصل بادشاہت تھی جو وراثت میں چلی بدقسمتی سے اس پر ''خلافت'' کا لیبل لگا دیا گیا۔ خلافتِ حقہ موروثی چیز نہیں۔ نمائندہ مومنوں کے انتخابی عمل سے سامنے آتی ہے۔ روایتی جمہوری طریقوں کے مطابق کوئی شخص، منصبِ خلافت کیلئے خود اپنا نام پیش نہیں کر سکتا۔ نہ ہی اُس کی کوئی سیاسی پارٹی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اُس کیلئے انتخابی مہم چلاتی ہے۔ حدیث کے مطابق کسی منصب کا مطالبہ کرنے والا، اس عہدے کیلئے نااہل قرار پاتا ہے۔ نہ ہی خلیفہء راشد کو کسی آمرانہ سازش یا کسی شکل میں اہل ایمان پر ٹھونسا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، خلیفہء راشد کی سوچ، جمہوریت اور آمریت کے روایتی حکمرانوں سے مختلف ہوتی ہے۔ خلفائے راشدین اگرچہ اسلامی مملکت کے بادشاہ تھے مگر سنّتِ رسولؐ کے عین مطابق، انہوں نے شاہانہ جاہ و جلال کی بجائے سادگی اور درویشی کی زندگی اختیار کی اور قرآن و سنت کے آئین کا پابند رہ کر خلقِ خدا کی دادرسی کرتے رہے اور حقیقی فلاحی مملکت کی سربراہی کا فریضہ انجام دیا۔ جمہوری ہیر پھیر یا آمرانہ جبر و استبداد کی بجائے محبت، شفقت اور ہمدردیٔ خلق کی صفات کے ساتھ، اہل ایمان اور اہلِ ذِمّہ دونوں طبقات سے بے ریا عدل و انصاف کا سلوک فرماتے رہے۔ تشدد کے خوف اور سیاسی پارٹیوں کی وابستگی کی بجائے ان کی اطاعت کی بنیاد خلیفہء برحق کیلئے محبت اور عقیدت پر استوار ہوتی ہے۔ یہی خصوصیات خلافتِ حقہ کو آمریت اور جمہوریت سے ایک مختلف قسم کا مگر بہتر اور اعلیٰ و ارفع نظام ثابت کرتی ہیں!!

عزلِ خلفاء کا غلط عقیدہ

''عزلِ خلفاء'' کے عقیدہ سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ کو برطرف کر کے اس کی جگہ کوئی اور خلیفہ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اہلِ سنت بنیادی طور پر خلیفہ کو ''بادشاہِ اسلام'' اور ''اسلامی مملکت کا سربراہ'' سمجھتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ اگر ایسا سربراہ قیادت و سیادت کے معیار پر پورا نہ اُترے تو اُسے عہدے سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

اگر یہ عقیدہ درست ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو پھر عزلِ خلفاء کے نظریہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ کیا خدا کو انتخاب میں غلطی لگی؟ یا انتخاب کے بعد محیی و ممیت کی صفات (نقل کفر کفر نباشد) سلب ہوگئیں؟ کیا خلیفہ کو اپنے پاس بلا کر اس کا متبادل مہیا کرنا اس کی طاقت سے باہر ہو گیا؟ کیا اس کام کیلئے اُسے درباریوں کی محلاتی سازشوں کا محتاج ٹھہرایا جائے گا؟

حضرت عثمان غنی ﷜ 12 سال خلیفہ رہے۔ اُن کی خلافت کے آخری دور میں یہودی نومسلم، عبداللہ بن سبا کے سبائی فتنہ نے منافقانہ پروپیگنڈے کا بازار گرم کر دیا۔ مصر اور عراق ایسے مفسدوں کے مراکز تھے۔ یہ شر پسند حج کے موسم میں فساد کی نیت سے مدینہ پہنچے۔ بہت سے صحابہ کرام حج کیلئے مکہ روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر وہاں موجود صحابہ نے ان مفسدوں سے مزاحم ہونے کیلئے اجازت طلب کی مگر حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کی خون ریزی کی اجازت نہ دی۔ اس سے قبل حضرت عثمانؓ جناب امیر معاویہ گورنر شام کی خلیفہءوقت کی حفاظت کیلئے فوجی دستے بھیجنے کی تجویز رد کر چکے تھے اور دمشق جا کر رہنے کی درخواست بھی قبول نہ کی۔ مسلح شر پسندوں نے حضرت عثمانؓ کی اقامت گاہ کا محاصرہ کر کے ان سے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا۔ مگر حضرت عثمانؓ نے اپنی جان قربان کر دی مگر شر پسندوں کے اس ناجائز مطالبہ کو قبول نہ کیا۔ خلیفہءراشد کے اس فیصلہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو نصیحت فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ لوگ اُسے اتارنے کا مطالبہ کریں گے۔ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ خلیفہءراشد حضرت عثمانؓ کے اس عملی نمونے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہءراشد کا عزل ناجائز ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد، امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت سے اس بنا پر انکار کیا۔ وہ پہلے قاتلین عثمانؓ پر حدّ جاری کریں۔ کچھ عرصہ بعد جنگِ صفین میں دونوں کی فوجیں بے جگری سے لڑیں۔

بہت سے ممتاز صحابہ کرامؓ کے علاوہ ہزاروں تابعین شہید ہوئے آخر کار تحکیم (طرفین کے نمائندوں کا غور و فکر کے بعد باہمی فیصلہ) میں نئے انتخاب کی تجویز پیش کی گئی تو حضرت علیؓ نے معزولی کے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یاد رہے کہ حضرت علیؓ کا مقام قرآن و سنت اور اسلامی قانون پر ایک عظیم ترین اتھارٹی کا ہے۔

عزلِ خلفاء کے عقیدے سے امت مسلمہ کو بہت نقصان پہنچا ہے اس تفصیل اور تجزیہ سے مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ ایک طرف اس طرح کی معزولی اور برطرفی سے ''خلافت'' کے منصب کا احترام کم ہوتا گیا۔ اور پھر خودسر درباریوں نے خلفاء سے ''مجرموں'' جیسا سلوک کرنا شروع کر دیا۔ بعض خلفاء یعنی بادشاہانِ اسلام کو معزول کرنے کے بعد قید کر دیا گیا، یا اندھا کر دیا گیا، ایک دو کو تختہءدار پر لٹکا دیا گیا بعض کو ظالمانہ طریقوں سے قتل کر دیا گیا۔ کیسی کم ظرفی ہے کہ ایک دَور میں اُمّت میں اُن کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اور اُن کا سکہ چلتا ہے اور پھر اُسی شخصیت کا یہ حال کر دیا جاتا ہے۔ اس غلط عقیدے سے دورِ ملوکیت میں محلاتی سازشوں کے کلچر کو بھی فروغ ملا۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ آخری عباسی خلیفہ مستعصم کے خلاف اس کے وزیرِ اعظم علاؤالدین علقمی نے 1258 میں تاتاریوں سے سازش کر کے بغداد پر ہلاکو خان سے حملہ کروایا جس میں لاکھوں مسلمان مرد، عورتیں، بچے مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے گئے۔ بغداد کو کھنڈرات کا ڈھیر بنا دیا گیا۔ سینکڑوں سال کا علمی سرمایہ، شہر بھر کے کتب خانوں سے جمع کر کے دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا اور ان کتابوں کی سیاہی سے دریا کا پانی سیاہ ہو گیا۔ ابن علقمی نے تاتاریوں کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کے خلیفہءوقت کا خون ''مقدّس'' ہوتا ہے اسے تلوار سے بہانا ''بے حرمتی'' ہوگا۔ چنانچہ اُسے نمدے میں لپیٹ کر ایک ستون سے باندھا گیا اور کچلوا کر شہید کر دیا گیا۔ موت کے بعد تاتاریوں نے اس کی لاش پر گھوڑے دوڑا کر اُسے ریزہ ریزہ کر دیا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمایئے تاریخ اسلام، مصنفہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی، نصف آخر، صفحہ 168, 167 ناشر دارالاشاعت کراچی، ایڈیشن 2003)

خلافتِ راشدہ اور عصمتِ صغریٰ

انبیاء اور مرسلین معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں۔ اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عصمتِ کُبریٰ حاصل ہوتی ہے یہ عصمت کبریٰ ہمیں حضرت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں پوری شان سے نظر آتی ہے۔ دنیاوی معاملات میں بشری تقاضوں کے تحت بھول چوک کا ذکر تو خود حضورؐ نے بھی فرمایا ہے۔ نماز وغیرہ میں سہو کا ذکر حدیث میں ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا وحی کے زیرِ اثر صادر ہونے کا اعلان سورۃ النجم کی آیت 5 میں موجود ہے۔

خلیفہءراشد کو ایک دوسری قسم کی ربانی حفاظت حاصل ہوتی ہے جسے ''عصمتِ صغریٰ'' کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خلیفہءراشد کو کوئی ایسا فیصلہ کرنے سے محفوظ رکھتا ہے جس کے نتیجے میں اُمّہ یا جماعتِ مسلمین کی اکثریت تباہ

و برباد ہوجائے۔ اور جماعت کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچے۔ اگر کبھی اس کا میلان اس قسم کے اقدام کی طرف ہوتب بھی اللہ تعالیٰ اپنی خاص مصلحت اور مداخلت سے اُس کی توجہ اس فیصلہ سے ہٹا دیتا ہے۔ خلیفہء راشد بھی دوسرے لیڈروں کی طرح گوشت پوست کا انسان ہی ہوتا ہے۔ بشــرٌ مثــلکــم۔ مگر عصمتِ صغریٰ اُسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس مرحلہ پر بہتر ہوگا کہ میں تاریخ عالم سے دو عظیم اور ممتاز لیڈروں نپولین اور ہٹلر کا بطور مثال ذکر کروں۔ پہلے نپولین سے وہ غلطی سرزد ہوئی جس نے اُس کی قوم کو تباہ کُن نقصان پہنچایا جس کا اُسے خود بھی خمیازہ بھگتنا پڑا۔ 130 سال بعد وہی غلطی ہٹلر نے دوہرائی۔ بہادر جرمن قوم بھی تباہ ہوئی اور وہ خود بھی برباد ہوا۔ اگر ہٹلر جنگِ عظیم دوم سے پہلے مرجاتا تو آج جرمن قوم اُسے پوج رہی ہوتی!

نپولین کو ایک عظیم جرنیل، اور زبردست منتظم کا مقام حاصل ہے۔ وہ ترقی کر کے شہنشاہ کے رتبے تک پہنچا۔ اُس نے ''فیوڈل اِزم'' جیسے ظالمانہ نظام کا خاتمہ کیا۔ اپنی مملکت میں بہت سے اچھے قوانین نافذ کئے۔ اسلامی تعلیمات کا بھی اُسے کسی قدر ادراک اور استحسان تھا۔ اُس کے تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ 1812 میں اس کا رُوس پر حملہ اُس کی زندگی کی بہت بڑی غلطی تھا۔

نپولین نے اس زمانے میں 6 لاکھ فوج کے ساتھ حملہ کیا۔ اس سے پہلے کسی نے اتنی بڑی فوج نہیں دیکھی تھی۔ اس کی سلطنت کی 20 اقوام کے فوجی دستے اس فوج میں شامل تھے۔ یونی فارم الگ، پرچم مختلف، زبان جدا، مگر سپہ سالارِ اعظم ایک، یعنی نپولین۔ 14 ستمبر 1812 میں ماسکو پر قابض بھی ہوگیا مگر اہل ماسکو نے خود اپنا شہر جلا دیا تا موسم سرما میں نپولین کو وہاں پناہ نہ مل سکے۔ اس تباہی اور شکست کے بعد، نپولین کو 6 اپریل 1814 کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔ اس کے ایک سوانح نگار، 'Frank Mclynn' نے اپنی کتاب کے 3 صفحات میں صرف اُس کی بڑی بڑی غلطیوں کی فہرست دی ہے۔ (Napoleon, pp. 541-543) کتنی عجیب بات ہے کہ یورپ کے ایک اور بڑے لیڈر، ہٹلر نے وہی غلطی دوہرائی۔ 1942 میں اُس نے روس سے جنگ چھیڑ دی۔ ماسکو رسٹالین کی لڑائی میں نازی جرمنی کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ 3 لاکھ جرمن فوجی مارے گئے۔ 90,000 فوجی قیدی بنائے گئے اُن میں 24 جرنیل بھی تھے۔

(ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا جلد 18 صفحہ 828 ایڈیشن 2008)

نپولین اور ہٹلر دونوں ''عصمتِ صغریٰ'' سے محروم ہونے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ خود ڈُوبے بلکہ اپنی اپنی اقوام کا بھی بیڑا غرق کیا۔ دنیاوی لیڈروں کے برعکس، اللہ تعالیٰ اپنے خلفائے راشدین کی خاص معاملات اور خطرات میں الہام اور القاء سے راہ نمائی فرماتا ہے اور اُنہیں حفظ و امان کی راہیں اور تدبیریں سمجھاتا ہے۔ ہماری جماعت کی تاریخ میں خوف کے امن سے مبدّل ہونے کے کئی واقعات خلفائے احمدیہ کے حوالے سے مشہور ہیں۔ میں یہاں حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں جس سے عصمتِ صغریٰ کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ جمعہ کے دوران سیاق و سباق سے الگ ہو کر تین بار فرمایا:

''سَارِیَه اِلَی الجَبَلَ''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نماز کے بعد جا کر حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ حضرت عمرؓ نے بتایا کہ میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ مسلمان فوج کفار کے نرغے میں آ گئی ہے۔ بے قرار ہو کر میں نے اُنہیں پہاڑ کے قریب جانے کی ہدایت کی۔ کچھ عرصہ بعد نہاوند (عراق کے ایرانی علاقہ) سے فوجی وفد آیا جس نے بتایا کہ لوگوں نے میدان جنگ میں اُس دن حضرت عمر کا یہ حکم سُنا اور فوج اس پر عمل کر کے تباہی سے بچ گئی۔

(تاریخ الخلفاء کا انگریزی ترجمہ The History Of The Khalifahs, London Ed. 2006 p.130)

عہدِ حاضر فون، فیکس اور اسی قسم کی جدید ایجادات کا دور ہے۔ عالم روحانیت میں وحی، الہام، القاء ان ایجادات سے بھی زیادہ طاقتور ذرائع ابلاغ ہیں۔ غور فرمایئے قوموں کی زندگی میں عصمتِ صغریٰ کتنی بڑی نعمت ہے۔

نعمتِ خلافت کی قدر و منزلت

قرآن مجید میں اہل ایمان کو ایک نسخہء کیمیاء عطا کیا گیا ہے

''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ''

(ابراہیم: 8)

یعنی نعمت کی قدر دانی اور اس پر اظہار تشکر سے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا بین السطور دوسرا پیغام بھی واضح ہے کہ کفرانِ نعمت کا نتیجہ زوالِ نعمت ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہر روحانی، جسمانی اور مادی نعمت کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھنا چاہیئے، اور تحدیثِ نعمت سے غافل نہیں رہنا چاہیئے تا ان برکات و حسنات میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔

سورۃ النور کی آیت استخلاف 56 میں خلافتِ حقہ سے وابستہ برکتوں کو شمار کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ کفرانِ نعمت کرنے والے ناقدروں کو فاسقوں میں شمار کیا جائے گا۔ یہ بہت بڑی وعید ہے اس سے ڈرنا چاہیئے۔ ایمان کے بعد کفر، ہدایت کے بعد ضلالت اور قُربِ الٰہی کی منازل طے کرنے کے بعد اُس کی بارگاہ سے دُوری بہت بڑی شقاوت اور محرومی ہے۔

تاریخ کی یہی اہمیت ہے کہ اُس نے اپنے دامن میں عبرت کے بے شمار اسباق سمیٹ رکھے ہیں۔ اُن سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ تا انسان اُن لغزشوں اور غلطیوں کا اعادہ کرنے سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دارالہجرت کے اعزاز کے علاوہ مدینہ منورہ کو ''مرکزِ خلافت'' کا مقام بھی عطا فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں اُمّہ نے برکاتِ خلافت کا مشاہدہ کیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا مگر آخری دور میں نعمتِ خلافت کی قدر و منزلت اور حفاظت کا حق ادا نہ ہوسکا اور مسلمان کہلانے والے' یہودی نومسلم' عبداللہ بن سبا کی سازش کا شکار ہوگئے اور خلیفہء وقت کو مظلومیت کی حالت میں شہید کردیا۔ باغیوں کے خوف سے تین دن تک خلیفہء راشد کی نعش بے گوروکفن پڑی رہی۔ رات کو اُنہی خون آلود کپڑوں میں چند لوگوں نے اپنے عہد کی سب سے بڑی سلطنت کے فرماں روا کو جنت البقیع کے باہر دفن کیا۔ بعد میں اُن کی قبر کو بھی احاطہء بقیع میں شامل کرلیا گیا!!

کچھ عرصہ بعد حضرت علیؓ نے مرکزِ خلافت عراق کے شہر کوفہ میں منتقل کرلیا۔ اس کے بعد 1924 تک کسی نہ کسی شکل میں ''خلافت'' کا نام باقی رہا ہے۔ مدینہ منورہ حضرت نبی کریم ﷺ کے روضہء اقدس کی وجہ سے بھی مکہ معظمہ کے بعد عالمِ اسلام کا مقدس ترین شہر ہے۔ مگر یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ بادشاہانِ اسلام، سلاطین وملوک اور خلفاء وہاں مسافر اور زائر کے طور پر جاتے رہے ہیں۔ 656ء کے بعد دوبارہ مدینہ ''مرکزِ خلافت'' نہیں بن سکا۔ کوفہ، دمشق، بغداد، قاہرہ، غرناطہ اور آخر میں بابِ عالی استنبول کو یہ شرف حاصل ہوا۔ خلافت پھر مدینہ کی طرف نہیں لوٹی!

تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی بربادی، تاریخ اسلام کا ایک دردناک خونی باب ہے۔ جب 1258 میں وہاں ''خلیفہء وقت'' مستعصم کے خلاف اُس کے وزیرِ اعظم ابن علقمی نے ہلاکو خان سے سازش کی، تو اہلِ شہر پر بھی عذاب نازل ہوا۔ اس ناقدری کی سزا ملی۔ اس کی کسی قدر تفصیل پیش کرچکا ہوں۔ لکھا ہے کہ عمائدین شہر گھبرا کر ایک ولی اللہ کی خدمت میں بغرضِ دعا حاضر ہوتے۔ وہ کہتے میں کیا کروں۔ میں جب بھی دعا کیلئے ہاتھ اُٹھاتا ہوں عالم بالا سے آواز سنائی دیتی ہے:

''یَاَیُّھَاالْکُفَّارُ اقتلِ الفجّار''

اے کافرو! (مسلمان) فاجروں کو قتل کرو

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعمت خلافت کی ناقدری اور بے حرمتی خدا کی نگاہ میں مدعیانِ ایمان کو فُجّار کے گڑھے میں گرادیتی ہے۔ منصبِ خلافت کے ادب و احترام اور قدر و منزلت کے کئی طریقے، انداز اور اسلوب ہیں۔ ان سب طریقوں اور راہوں کو اپنانا چاہیئے۔ خلیفہء وقت کے احکام کی اطاعت، نظام کا احترام، خلافت کے دوام واستحکام کیلئے دعاؤں کی عادت، تحریکات میں شرکت، نصائح پر مخلصانہ عمل کا جذبہ، نئی نسل کی تربیت کی طرف توجہ، خلیفہء وقت کے ساتھ ذاتی تعلق اور اظہارِ ارادت وعقیدت، دعا کیلئے مؤدّبانہ استدعا، یہ سب خلافت سے وابستگی کی علامات ہیں۔ توفیق ارزانی کیلئے دعا مانگنی چاہیئے۔

خلافتِ احمدیہ کے مستقبل کی ایک جھلک

اگر جماعت احمدیہ نعمتِ خلافت کی صحیح رنگ میں قدر کرتی رہے گی تو انشاءاللہ اس عظیم منصب کی برکات وحسنات سے فیضیاب ہوتی رہے گی۔ الٰہی سلسلہ کے تابناک مستقبل کا انحصار جماعت کے انفرادی اور اجتماعی تقویٰ اور اُس کے مقدّس امام وسردار کے تقویٰ پر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے آئینے میں ہم اپنے مستقبل کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ تین صدیوں میں احمدیت کے طفیل غلبہء اسلام کے برپا ہونے کی بشارت موجود ہے۔ اگر اسے جماعت کی تاسیس سے شمار کیا جائے تو اس کی آخری حد 2189ء بنتی ہے۔ اگر اس پیشگوئی کی تاریخ تحریر سے تخمینہ لگایا جائے تو یہ سال، 2203ء بنتا ہے۔ اگر قیام خلافت کے سال کو بنیاد بنایا جائے تو پھر یہ مدت 2208 بنتی ہے۔ کسی پہلو سے دیکھ لیں دو فیصلہ کُن صدیاں باقی ہیں۔ انشاء اللہ یہ وعدے پورے ہوں

گے۔ فتح اور کامرانی کا سورج طلوع ہو کر رہے گا۔ وہ ایک آواز کہاں کہاں نہیں پہنچی؟ کیا اُس ایک چراغ سے آج 190 ملکوں میں چراغاں کا عالم نہیں؟ مستقبل کے حسین منظر کی ایک جھلک ہم نے خلافت احمدیہ کی پہلی صدی کے اختتام پر جشن تشکر کے اُس جمِ غفیر میں دیکھی جب مغربی افریقہ کے ملک غانا میں جلسہ سالانہ کے منظر کو MTA نے کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کیا۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لوائے احمدیت لہرایا اور غانا کے صدر مملکت نے جلسہ گاہ میں تشریف لا کر غانا کا قومی پرچم لہرایا۔

روزنامہ الفضل ربوہ نے اس تاریخ ساز منظر کی درج ذیل الفاظ میں رپورٹنگ کی:

''سرزمینِ غانا پر احمدیت کی نئی تاریخ رقم ہو رہی تھی۔ اور آئندہ آنے والے عظیم الشان انقلاب اور احمدیت کے غلبہ کی طرف قدم اُٹھ رہے تھے۔ ایک طرف خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ساری دنیا کا پرچم 'لوائے احمدیت' لہرا رہے تھے تو دوسری طرف صدر مملکت غانا کا قومی پرچم لہرا رہے تھے''

(روزنامہ الفضل ربوہ' 2 مئی 2008 صفحہ 3)

ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہوں گے۔ وہ دن بھی یقیناً آئے گا جب ہمیں ہر ملک میں یہی منظر نظر آئے گا خلیفہء وقت نیا عالمی پرچم، یعنی جماعت کا پرچم مسیح محمدیؑ کا پرچم، لہرائے گا اور ہر ملک کا سربراہ، اپنے ملک کا قومی پرچم لہرانے کی رسم ادا کرے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقریباً 100 سال پہلے یہ پُر شوکت اعلان کر دیا تھا ؎

لوائے ما پناہِ ہر سعید خواہد بُود
نشانِ فتح نمایاں بنامِ ما باشد

دنیا کے بعض ممالک میں خدا کے لگائے ہوئے پودے کو نقصان پہنچانے کی ناکام کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مگر یہ اُن کی اپنی بدقسمتی ہے۔ اسمبلیوں کے ریزولیوشن اور قانون سازی، عالمی تنظیموں کے فیصلے، علمائے سُو کے فتوے، حکومتوں کے مخالفانہ قوانین، مولویوں کی گالیاں اور اخبارات و جرائد کی افتراء پردازیاں آسمانی تقدیروں کو نہیں ٹال سکتیں۔ خدائے قادر و قیوم کو للکار کر یہ نادان صرف اپنا مستقبل تاریک کر رہے ہیں۔

سپاسنامہ

بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

مرحبا آقا ! مبارک آپ کی آمد یہاں
ہے نصیبوں کی گھڑی ممکن نہیں جس کا بیاں
صدقِ دل سے کہتے ہیں خوش آمدید و مرحبا
یا امیرالمومنیں ! یا سیدی ! ! یا پاسباں !!!
آپ سے مل کر سکونِ قلب و جاں حاصل ہوا
کفر و ظلمت کے سیہ خانوں میں یہ گوہر کہاں
پھر پیاسی روح کی تِشنہ لبی جاتی رہی
درد کے ماروں نے پائی ہے یہیں تسکینِ جاں
آپ ہیں دورِ ضلالت میں حِصارِ عافیت
ہے عطائے خاص یہ از مہدیٔ آخر زماںؑ
ہے خزاں دیدہ چمن میں بھی بہاروں کی نوید
ساقیٔ کوثرؐ کو مانا جب سے میرِ کارواں
فیض ہے جاری اسی کا تا ابد جاری رہے
چشمہء توحید سے سیراب ہو جائے جہاں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

چند حسین یادیں

امۃ العزیز ادریس مرزا

میری والدہ محترمہ سراج بی بی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر بدرالدین احمد کا بہت بچپن کے زمانہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ساتھ بہت عقیدت اور پیار کا تعلق تھا۔اُن کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بہت اخلاص اور اطاعت کا تعلق تھا اور چونکہ حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہ سے بہت اخلاص اور اطاعت کا تعلق تھا اور بہنوں جیسے تعلقات تھے جو کہ بعد میں حضورؓ کی زوجیت میں آئیں اس وجہ سے والدہ محترمہ کا حضور کے گھر آنا جانا رہتا حضور سے ملاقات کے مواقع فراہم ہو جاتے اور والدہ کو حضور کی بیش قیمت دعائیں بھی میسر آجاتیں۔

اس طرح بچپن سے ہی میں والدہ صاحبہ کے ساتھ ہوتی۔اور حضرت اماں جانؓ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ کو خاموشی سے دیکھتی رہتی اور امی کی باتیں سنتی رہتی۔یہ واقعات اُن دنوں کے ہیں جب میری والدہ افریقہ سے واپس قادیان آئیں اور حضرت سیدہ امۃ الحیٔ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھیں۔اُس زمانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اکثر دیدار ہو جاتا۔ مسجد مبارک سے نماز پڑھانے کے بعد اُس دروازے سے جو حضرت اماں جانؓ کے صحن میں کھلتا تھا آپ تشریف لاتے۔حضور کے دیدار کیلئے جو خواتین اُس وقت موجود ہوتیں وہ سب دورویہ لائنوں میں کھڑی ہو جاتیں اور حضور درمیان میں سے السلام علیکم کہہ کر گزر جاتے۔کوئی خاتون جلدی سے اپنے لئے دعا کی درخواست بھی کر دیتیں۔اس طرح میں نے بہت بچپن میں حضور کو دیکھا۔اُس وقت تو اتنی سمجھ نہیں تھی۔لیکن بعد کے زمانے میں جب بھی حضور کو دیکھا یا شرف ملاقات حاصل ہوا یہی دیکھا اور محسوس کیا کہ حضور کا چہرہ مبارک بہت نورانی تھا اور ایک خداداد رعب تھا لیکن ساتھ ہی شفقت اور ہمدردی بھی انتہاء کی تھی۔ ہمیشہ تیز چلتے۔لیکن اصلاح اور نصیحت بھی ساتھ کے ساتھ ہوتی۔ایک بار ایسے ہی ہم لوگ مسجد کے دروازے کے سامنے کھڑے تھے اُس وقت حضور نماز پڑھا کر باہر تشریف لائے۔حضور کے گھر کی بچیوں میں سے کوئی میری ہی عمر کی بھی کھڑی تھی۔اس کی قمیص کا گلا بالکل گردن کے ساتھ نہیں تھا بلکہ ذرا نیچا تھا۔حضور کی نظر فوراً اُس پر پڑی اور حضور نے اسے دیکھ کر اشارے سے فرمایا کہ ''یہ کیا؟''حضور کا یہ فقرہ مجھے ابھی تک یاد ہے اور حضور کا اشارہ اسی طرح یاد ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔بعد میں سوچتی تھی کہ حضور کو پردے اور مناسب لباس کے حوالے سے بھی خلافت کے اتنے بھاری بوجھ کو اٹھانے کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی باتوں میں تربیت کا کتنا خیال تھا۔

بہت دفعہ دیکھا کہ حضور اپنے بھائی حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تیز تیز حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا والے صحن میں ٹہل رہے ہیں جبکہ مسجد مبارک سے نماز پڑھ کر باہر تشریف لائے ہیں۔اور بھائی کے ساتھ باتیں کرتے جاتے ہیں دونوں میں کچھ Discussion ہو رہی ہوتی۔

حضرت اماں جانؓ کے کمرے میں ایک دروازہ مسجد مبارک کی طرف کھلتا تھا اور ایک بیت الدعا کی طرف، جس میں دو سیڑھیاں چڑھ کر داخل ہوا جاتا تھا میری

والدہ حضرت اماں جانؓ کی اجازت سے وہاں نوافل کیلئے جب جاتیں میں بھی ساتھ چلی جاتی۔

میرے چھوٹے بھائی کو والدہ صاحبہ اکثر دعائیہ خط دے کر بھجوایا کرتی تھیں کہ جاؤ حضورؓ کو دے کر آؤ۔ ہم حضرت اُمّ ناصرؓ سے اجازت لیتے۔ آنمکرمہ ہمیں ہر بار اجازت دے دیتیں اور ہم کشاں کشاں حضورؓ کے دفتر کے دروازے تک پہنچ جاتیں۔ جہاں حضور دروازہ کھول کر ہمیں دیکھتے، سروں پر ہاتھ پھیرتے اور خط لے لیتے۔ پھر ہم خوش خوش واپس آجاتیں۔ اس طرح ایک بار شاید میں اکیلی ہی تھی چلی گئی۔ حضورؓ قالین کے فرش پر بیٹھے تھے۔ اور سامنے حضور کی بیٹیاں تھیں اور شاید بہوئیں وغیرہ بھی تھیں۔ مجھے بس یہی یاد ہے کہ حضور قرآن مجید کا درس دے رہے تھے۔ یا کوئی نوٹس بھی لکھوا رہے تھے۔ میں بھی ایک طرف کو ہو کر بیٹھ گئی۔ اور اس بات سے بہت متاثر تھی کہ حضور اکثر بات اپنی صاحبزادی سیدہ امتہ القیوم بیگم صاحبہ سے پوچھتے ہیں۔ یہ بچپن کا ایک تأثر تھا۔ وہاں ایک خاتون جو بنگالی تھیں ایک بنگالی کھانے کی ڈش بھی بنا کر لے آئیں۔ حضور نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا رکھو بعد میں کھائیں گے۔

کبھی بہت سی خواتین زیارت کیلئے کھڑی ہوتیں۔ حضرت ام ناصرؓ کے صحن میں۔ حضور وہاں سے دفتر کو جاتے تھے۔ میں چھوٹی تھی دور سے ہی مجھے دیکھ کر خوشی سے فرمایا ''آج ہماری بدرالنساء بھی آئی ہوئی ہے'' میرے والد مرحوم کے نام بدرالدین کی وجہ سے اس نام سے فرمایا تھا۔

میری والدہ اپنے محلہ میں لجنہ کی سیکرٹری تھیں اس لئے اکثر مرکزی اجلاس میں شمولیت کیلئے جو حضرت سیدہ ام طاہرؓ کے گھر ہوتا تھا جاتی تھیں۔ ایک دفعہ میں اور میری والدہ گئے تو ایک لکڑی کے تخت پر بہت بڑا سا پھولوں کا ڈھیر لگا تھا۔ جو شاید موتیا کے تھے یا مولسری کے تھے۔ اتنے میں حضور تشریف لائے ہم نے سلام عرض کیا۔ حضور نے پھولوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان میں سے جتنے چاہو جھولی بھر کر گھر لے جاؤ۔ میری امی نے بہت زیادہ پھول اٹھا کر میری جھولی میں بھر دیئے۔ گھر لے آئے۔ بہت دیر تک والدہ نے وہ سنبھال کر رکھے اور اپنے کپڑوں کے صندوق میں بھی ڈال دیئے۔ جہاں سے کافی دنوں تک ان کی بھینی بھینی خوشبو آتی رہی۔ حضور کو عطر بنانے کا بہت شوق تھا۔ اور اسی سلسلے میں پھولوں کا اتنا بڑا ڈھیر وہاں پر تھا۔

حضرت سیدہ اُم طاہرؓ کے صحن میں ایک کمرہ تھا۔ وہاں حضور کھانا تناول فرمانے کیلئے فرش پر بیٹھے تھے۔ سفید دسترخوان بڑا سا سامنے بچھا ہوا تھا۔ اس پر معمولی سادہ سا کھانا چنا ہوا تھا۔ حضرت سیدہ اُمِ طاہرؓ کے گھر باری تھی۔ مجھے میری والدہ نے حضورؓ کی خدمت میں دُعا کیلئے رقعہ لکھ کر دیا تو حضرت اماں جانؓ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اندر جا کر دے آؤ۔ میں اندر گئی تو وہاں میں نے اس طرح حضور کو اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھے دیکھا۔ خط حضور کو دیا شاید وہاں بیٹھنے کو بھی حضور نے فرمایا یا نہیں یاد نہیں رہا۔ دُعا کیلئے خط اکثر میری والدہ دے کر بھیجا کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ دوسری عالمی جنگ کے دن تھے۔ اور میرے والد کیپٹن ڈاکٹر کے طور پر انگریزوں کی فوج میں حضور کے ارشاد کے تحت داخل ہو گئے تھے۔ اور اُن دنوں یورپ میں تھے جہاں آئے دن بمباری ہوتی رہتی تھی۔ حضورؓ کی دُعاؤں کی برکت سے میرے والد جنگ ختم ہونے پر خیریت سے واپس قادیان پہنچ گئے۔ اور جنگ کی تباہ کاریوں کے واقعات سنا کر بتاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بال بال بچالیتا تھا۔ فالحمدللہ۔

حضرت سیدہ ام طاہرؓ کے گھر کے نیچے کی منزل کے بڑے صحن میں کچھ عرصہ تک حضور نے خواتین میں قرآن مجید کا درس بھی دیا تھا۔ سکول سے سیدھی ہم سب لڑکیاں درس سے استفادہ کیلئے پہنچ جاتیں۔ ہفتہ والے دن صبح دس بجے درس ہوتا۔ سکول سے سب لائنیں بنا کر جاتے اور درس کے بعد سکول سے چھٹی ہو جاتی۔ وہ نظارہ بھی اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ حضور برآمدہ میں کھڑے ہوتے۔ اور حضور درس دیتے۔ اُس زمانہ میں حالانکہ عمر میری چھوٹی تھی سکول کی عمر تھی لیکن غور سے سنتی اور ساتھ نوٹس بھی لیتی۔ جو اللہ جانے کیا لکھتی تھی لیکن لکھتی ضرور تھی۔ سارا صحن قادیان کی خواتین اور مڈل اور ہائی سکول کی لڑکیوں سے بھرا ہوتا تھا۔ درمیان میں جو چھوٹی سی جگہ راستہ چلنے کیلئے بنائی جاتی تھی۔ وہاں سے اکثر حضرت حافظ روشن علیؓ کی اہلیہ مریم بیگم صاحبہ گزر کر جایا کرتی تھیں۔ حضورؓ کے خطبات جمعہ بہت پُرزور اور لمبے ہوا کرتے تھے۔ مجھے وہ جمعے یاد ہیں۔ جو گرمیوں کے موسم کے تھے۔ شاید

لاؤڈ سپیکر لگے ہوتے تھے۔ کیونکہ خطبات کی آواز سیدہ ام طاہرؓ کے گھر کے نچلے صحن میں بھی آتی تھی۔ اور بہت سی خواتین وہاں بھی خطبہ سنتیں اور شاید نماز بھی پڑھتی تھیں۔ سخت گرمیوں میں دُور کے محلہ سے میں بھی ہر جمعہ پر ضرور پہنچتی۔ ایک جمعہ پر آپ نے بہت پُر جوش خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب بہت زیادہ مخالفت ہوگی اور احمدی آگ میں اس طرح جھونکے جائیں گے جس طرح ایندھن جھونکا جاتا ہے۔ مجھے حضور کے وہ الفاظ اور جس طرح حضور نے خطبہ ارشاد فرمایا تھا ابھی تک یاد ہے۔ مسجد مبارک میں مغرب کی نماز کے بعد حضور مجلس عرفان بھی لگایا کرتے تھے۔ جس میں باوجود قادیان میں محلہ دارالعلوم کے آخری حصہ میں رہنے کے میں اس مجلس میں شمولیت کیلئے پہنچ جایا کرتی تھی۔ مسجد مبارک میں لاؤڈ سپیکر نہیں تھا۔ حضور کے خاندان کی خواتین اور میں حضرت اماں جانؓ کے کمرہ میں فرش پر اس دروازے کے پاس بیٹھ جاتی تھیں جو مسجد مبارک میں کھلتا تھا۔ اور آواز سننے کیلئے دروازہ تھوڑا سا کھلا رکھا جاتا تھا۔ جو کچھ سمجھ میں آتا تھا نوٹس لینے کی کوشش بھی کیا کرتی تھی۔

جلسہ سالانہ کے مواقع پر ہم لڑکیوں کی جلسہ گاہ میں ڈیوٹیاں ہوا کرتی تھیں۔ سب سے پہلا وہ جلسہ سالانہ یاد ہے جو جوبلی کا تھا۔ اُس وقت میں گیارہ سال کی تھی۔ وہ جلسہ چار روز کا تھا۔ خواتین کے اجلاس کے وقت حضور سٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ اور حضرت سیدہ اُمِ طاہرؓ کی پُر اثر سی تقریر تھی وہ بحیثیت سیکرٹری لجنہ اماء اللہ نمائندگی کر رہی تھیں۔

اس کے بعد جو جلسے ہوتے رہے ان میں لاؤڈ سپیکر کا نیا نیا انتظام شروع ہوا تھا۔ اور ایک خاندان کے احمدی نوجوانوں نے اس کا سارا اہتمام کیا تھا۔ اس کا نام Kaz Loud Speaker تھا۔ شاید کاذان بھائیوں کے نام تھے۔ بہرحال ان جلسوں میں تیسرے روز کی آخری تقریر جو حضور کی ہوتی تھی وہ بہت لمبی ہوتی تھی۔ اور عصر سے پہلے یعنی نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد شروع ہوتی تھی اور حضور کی نئی ارشاد فرمودہ نظم ثاقب زیروی صاحب اپنی اونچی اور مترنم آواز میں پڑھ کر سناتے تو ایک عالم طاری ہو جاتا تھا۔ پھر حضور کی تقریر اتنی لمبی ہوتی کہ شام بلکہ رات پڑ جاتی۔ بڑی بڑی Flood Lights جل پڑتیں۔ اس وقت خاموش کروانے کیلئے کسی ڈیوٹی کی ضرورت نہ رہتی سب خواتین خاموشی اور پورے انہاک سے تقریر سنتیں۔ کمال کا روحانی ماحول ہوتا اور بڑا مزہ آتا۔

آخری جلسہ سالانہ جو قادیان میں 1946 میں دسمبر میں ہوا اُس میں بہت زیادہ سردی تھی۔ اور حضورؓ کی بہت ہی عالمانہ اور دلچسپ تقریر تھی۔ جو سیرِ روحانی پر تھی۔ جس میں حضورؓ نے نوبت خانہ کے بارے میں بتایا تھا کہ کس طرح پرانے زمانے کے بادشاہوں کا نوبت خانہ تھا۔ اور اس کے مقابل میں اسلام کا نوبت خانہ جس کی آیات قرآن کریم میں ہیں ان کی حضور نے تفصیل بیان فرمائی تھی۔

اُس جلسہ کے دوران تیز بارش ہوگئی تھی۔ اور لوگ اُٹھ اُٹھ کر تعلیم الاسلام کالج یا شاید ہائی سکول تھا اس کے برآمدوں میں چلے گئے تھے۔ وہاں بھی لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا اور اسی کے صحن میں جلسہ منعقد ہوتا تھا۔ موسم کی خرابی کے باوجود حضور نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ اُس وقت خواتین کو خاموش کروانے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ کیونکہ حضور کی تقریر اتنی پُر اثر اور پُر جوش تھی کہ انہاک سے سنی جا رہی تھی۔ مجھے یاد ہے میں ایک Pole کے ساتھ اُسے پکڑ کر کھڑی تھی جس کے اوپر لاؤڈ سپیکر باندھا ہوا تھا۔ بارش ہو رہی تھی۔ میرے ساتھ بی بی امتہ الباسط بیگم صاحبہ بھی کھڑی تھیں۔ (وہ میری کلاس فیلو بھی تھیں) اور ہم بارش میں کھڑے رہے اِدھر اُدھر نہیں گئے حالانکہ دسمبر کی شدید سردی اور پھر بارش لیکن حضور کی تقریر ان سب چیزوں کے اثرات سے بالا تھی۔ وہ ہمارا وہاں آخری جلسہ سالانہ تھا۔ 1947 میں یکم مارچ کو ہم اپنے والد کے ہمراہ نارتھ بورینو میں جہاں والد صاحب نے پریکٹس کرنی تھی روانہ ہو گئے تھے۔

جب میں نے میٹرک کا امتحان 1944 میں پاس کیا تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ساتھ ایک کانوں کے زیور کی جوڑی جو مجھے میری دادی جان مرحومہ نے دی تھی لے گئی اور حضور سے حضرت اُمّ ناصرؓ کے صحن میں ملاقات

ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے زندگی وقف کرنی ہے۔ اور یہ کانوں کے کانٹوں کی جوڑی چندہ میں دینی ہے۔ حضور نے میری بات سنی اور فرمایا کہ یہ کانٹوں کی جوڑی تو تم گھر لے جاؤ۔ اور زندگی وقف کیلئے کچھ ارشاد نہ فرمایا میں نے سوچا کہ فرماتے ہونگے کہ کسی واقف زندگی سے اس کی شادی کروادیں گے۔ اس وقت میری عمر 14 سال تھی۔ حضور نے اس زمانہ میں لڑکیوں کی دینی تعلیم کے حصول کیلئے نصرت گرلز سکول کے ایک حصہ میں جامعہ نصرت کا اجراء فرمایا تھا۔ جن میں تفسیر قرآن، تاریخ، کلام، انگلش پڑھائی جاتی تھی۔

میں نے میٹرک کے امتحان کے بعد دو مہینہ کی تیاری کر کے جامعہ نصرت کی پہلی دو کلاسز یعنی درجہ اولیٰ اور درجہ ثانیہ پاس کر کے تیسرے سال میں داخلہ لیا۔ جس میں ہم پانچ لڑکیاں تھیں۔ اور ہمیں پردے کے پیچھے سے جماعت کے علماء میں سے حضرت مولوی ظہور حسین صاحب، حضرت مولوی احمد جی صاحب اور مولوی احمد دین صاحب اور ایک اور مولوی صاحب جو جیّد عالم تھے بہت ہی شفقت سے پڑھاتے تھے ان کا نام یاد نہیں رہا۔ اُن سے تفسیر کبیر اور موٹی سی حدیث کی کتاب جس کا نام یاد نہیں رہا، کلام میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور تاریخ میں تاریخ اسلام اور انگلش کا ایف۔اے کا کورس پڑھا۔ اسی دوران میں نے اردو ادب میں ادیب عالم کا امتحان نمایاں کامیابی سے پاس کیا۔ پھر ایف۔اے کا امتحان دے کر ساتھ ساتھ بی۔اے کی کتابیں لے کر اس کی پڑھائی شروع کرنے کو تھی کہ قادیان سے بیرون ملک روانگی ہوگئی۔

یہ بات بھی یاد آئی کہ میٹرک کے امتحان کے بعد میں حضور سے پوچھنے گئی تھی کہ آگے کالج کی تعلیم حاصل کروں تو آپ نے فرمایا تھا کہ اگر تو اُستانی بننا چاہتی ہو تو کرو۔ ورنہ دینی تعلیم حاصل کرو۔ الحمدللہ کہ میں نے دینی علم چار سال تک درجہ رابعہ تک حاصل کیا۔

مارچ 1947 میں ہم قادیان سے روانہ ہوئے تھے اُن دنوں قادیان کے باہر کے محلہ جات کے اردگرد پتھروں کی دیوار پٹھان لوگ تعمیر کر رہے تھے۔ مجھے اکثر حیرت ہوتی تھی کہ یہ کیوں بنائی جا رہی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ حفاظت کی وجہ سے بنائی جا رہی تھی۔

1953 کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے ہم لوگ پہلی بار ربوہ آئے۔ وہاں حضور نے میرے نکاح کا اعلان فرمایا اور نکاح کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو مکرم محترم مرزا محمد ادریس واقف زندگی سے پڑھایا گیا تھا۔ ہم لوگ چند روز کیلئے ربوہ گئے تھے۔ اور نکاح کے موقعے پر کوئی تقریب بھی نہیں منعقد کر سکتے تھے۔ اس پر حضرت سیّدہ اُمّ ناصرؓ نے اپنے گھر میں میرے لئے ایک چھوٹی سی تقریب منعقد فرمائی۔ جو حضور کے مسجد میں خطبہ نکاح ارشاد فرمانے کے بعد آنمکرمہ کے صحن میں ہوئی۔ جن میں خاندان کی خواتین مبارکہ اور ربوہ کی چند اور خواتین نے شرکت کی۔ جس میں چائے وغیرہ کے بعد اجتماعی دعا ہوئی۔

اس تقریب کے بعد میں مع والدہ اور بہن کے حضور سے ملنے دفتر میں گئی۔ حضور بہت دیر تک میرے ساتھ تشریف فرما رہے۔ مجھے مبارک باد دی اور اس کے بعد اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے عطر کی ایک بوتل بطور تحفہ عنایت فرمائی۔ اور میرے لئے دعا کی اور بہت شفقت سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ سفر کا حال وغیرہ دریافت فرماتے رہے۔

1963 میں جب خاکسار اپنے شوہر محترم کے ہمراہ مستقل طور پر ربوہ آئی تو اُن دنوں حضور بیمار تھے لیکن کبھی کبھی حضرت سیدہ مریم صدیقہ بیگم صاحبہ سے لجنہ مرکزیہ کے دفتری کاموں سے متعلق ہدایات لینے کیلئے جاتی اور حضور کے کمرہ میں جاتی۔ سلام عرض کرتی۔ حضور اکثر بستر میں ہی ہوتے۔ دعا کیلئے کہتی۔ اور اس طرح دیدار بھی حاصل کرتی۔ اسی دوران میرے میاں کا سب سے چھوٹا بھائی پیدا ہوا۔ میں اس کا نام رکھوانے کیلئے حاضر ہوئی۔ حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ نے حضور سے میرے آنے کا مقصد بیان کیا تو حضور نے باقی بھائیوں کے نام سننے کے بعد اس کا نام ارشد رکھا۔ جو اللہ کے فضل سے سان فرانسسکو میں آباد ہے اور تین بچوں کا باپ ہے۔ 1965 میں جب حضور کی فانی زندگی کا آخری روز تھا۔ اس سے ایک روز قبل بھی میں ہدایات کیلئے سیدہ محترمہ چھوٹی آپا صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ آنمکرمہ حضرت صاحب کے کمرہ سے باہر تشریف لائیں اور ڈاک ملاحظہ فرما کر ہدایات دیں۔

اس سے اگلے روز طبیعت تشویشناک ہوگئی وہ رات سب اہالیانِ ربوہ کی دعاؤں

میں گزری۔اس کے بعد حضور کے وصال کی اندوہناک خبر ایک بجلی کی طرح دلوں پر گری۔اور حضرت مسیح موعودؑ کا وہ پسرِ موعود جو مصلح موعود تھا اور وہ جسے مقدس روح دی گئی تھی اور وہ جو رجس سے پاک اور روح اللہ تھا اور وہ جو صاحبِ شکوہ اور دولت اور عظمت تھا جس کے متعلق اللہ نے فرمایا تھا کہ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا تھا اور وہ جس نے اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کیا وہ زمین کے کناروں تک شہرت پانے اور قوموں کو برکت دینے کے بعد اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔

اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

تب کچھ دیر کیلئے ایسا لگا جیسے ہم بے یارومددگار رہ گئے ہیں۔تب اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ سے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق ہمیں پھر خلافت کی نعمت عطا فرمائی۔اور صاحبزادہ حضرت مرزا ناصر احمدؒ کو تیسرے خلفیہ کے طور پر جماعت کے خوف کی حالت کو امن کی حالت میں تبدیل کرنے والے اور ساری دنیا کو اور جماعت احمدیہ کو اپنے نور سے منور کرنے کیلئے بھیج دیا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہم سب احمدیوں کو ہماری اولادوں کو اور نسل درنسل کو ہمیشہ خلافت کے دامن سے وابستہ رکھے اور اس مضبوط کڑے کو ایسے پکڑے رکھیں کہ اس سے علیحدگی ممکن نہ رہے،آمین۔

اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ جنہوں نے ایک لمبے عرصہ تک جماعت کے چھوٹے بڑے افراد کیلئے پُر درد دعائیں کرتے ہوئے اور ہماری بہتری کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے اور جماعت کو ایک مستحکم اور پائیدار راہ پر گامزن کرنے کیلئے اپنے روز و شب وقف کر رکھے تھے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قرب اور محبت کا اعلیٰ ترین مقام عطا فرماتے ہوئے ہم کمزوروں پر بھی اپنا فضل اور رحم فرمائے اور اس گراں قدر وجود کے قدموں میں ہمیں بھی جگہ عطا فرمائے۔وہ گراں قدر وجود جس کو خود اللہ تعالےٰ نے عزت بخشی تھی اور جس نے اپنی زندگی کے دن اور رات احمدیت اسلام کی خدمت میں صرف کر دیئے تھے،آمین۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی امریکہ آمد پر

محمد ظفر اللہ خان

اے میرے آقا ملے تیری دُعاؤں سے ہمیں
زندگی جس میں اندھیروں کا گُزر ہو نہ سکے
روشنی جس سے کبھی صرفِ نظر ہو نہ سکے
سُرخیِ خونِ جگر رنگِ سحر سے مل جائے
کونپل اک نور کی تاکِ شبِ غم پر کِھل جائے
تلخیٔ زیست تیری ایک نظر سے گُھل جائے
کامراں صبر ہو اور ظُلم کی ظُلمت ڈھل جائے

(خدا کے حضور)

جس کے سائے میں ملے تیری خُدایا قُربت
'مصطفیٰؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت'
ہاں وہی جس کی ہے ناموس کی تجھ کو غیرت
قولِ لولاک سے کی کون و مکاں پر حجت
تیری تعزیر سے یہ ارض و سما بھی ٹل جائیں
خاک میں دشمنِ احمدؐ کے ارادے مل جائیں
تابِ نظارہ ہو اُس مہرؐ کی تابانی میں
شپرہ چشموں کی کٹے عمر پشیمانی میں
روح کو بحرِ محبت کا شناور کر دے
یہ جہاں عشقِ محمدؐ سے منوّر کر دے

جدید ایجادات، ایک نعمت ایک امتحان

ڈاکٹر ظفر وقار کاہلوں، ٹورانٹو، کینیڈا

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کیلئے اذنِ الٰہی سے جس دور میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی اُس وقت اور آج کے حالات کا موازنہ کیا جائے تو انسان حیران رہ جاتا ہے، تقریباً ایک سوستر ہ سال کے عرصہ میں علم و آگہی کے ارتقائی سفر میں سائنسی ترقیات اور ایجادات نے ہر شعبۂ زندگی میں جو حیران کن انقلاب برپا کئے ہیں اُن کی مثال پچھلے کئی ہزار سال میں بھی نہیں ملتی، آج طب و جراحت، نقل و حمل، ذرائع مواصلات، غرض ہر میدان میں حیران کن تبدیلیوں کے سلسلے جاری ہیں جن کیوجہ سے ایک طرف مختلف قوموں اور مُلکوں کے درمیان فاصلوں کے سمٹنے سے دُنیا ایک عالمی گاؤں Global Village میں تبدیل ہو گئی ہے اور دوسری طرف مختلف مقاصد کے تحت اپنے مُلک چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں عارضی یا مستقل طور پہ جا بسنے اور مختلف قوموں، نسلوں اور اہلِ مذاہب میں شادیوں کے رجحانات بڑھتے جا رہے ہیں، یہ صورتِ حال اس زمانہ کے بارہ میں قرآنی پیشگوئی:

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝

(التکویر: 8)

اور جب نفوس جمع کئے جائیں گے

کے پورا ہونے کی سچائی پہ مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔ آج چند لمحوں میں دُنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک رابطہ کیا جا سکتا ہے، مہینوں اور سالوں کے سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتے ہیں، تمام دُنیا کی لحہ لحہ کی خبریں میسر ہوتی ہیں اور آج کا انسان ایسی آسائشوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے جن کا پہلے زمانے کے انسان نے خواب بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ جہاں موجودہ دور میں جدید سہولیات نے بنی نوع انسان کو ان گنت فوائد سے مستفیض کرتے ہوئے ظاہری فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے وہاں اِس دور میں خود غرضی، مال و متاع کی ہوس اور مادّیت پرستی نے انسانوں کی ایک بڑی اکثریت کو باہمی دُکھ سُکھ بانٹنے کی بجائے ایک دوسرے کی قربت کاٹتے ہوئے دلوں میں دُوری پیدا کر دی ہے اور مختلف قسم کے جدید خود کار ہتھیاروں اور آتشیں اسلحہ کے زور پہ مادیت پرستی کے جنون اور مال و دولت کی ہوس میں مبتلا آج کا نام نہاد ترقی یافتہ انسان اپنی سفاکی کے ریکارڈ قائم کر رہا ہے، پاکستانی مزاح نگار فاروق قیصر نے کیا سچ کہا ہے ؎

انسان کی ترقی انساں کو ڈس رہی ہے
ہے زندگی رنجیدہ اور موت ہنس رہی ہے

اِن جدید ایجادات کے توسط سے معلومات کا ایک سیلاب اُمڈ آیا ہے جہاں اچھی بُری معلومات ہر کس و ناکس کی دسترس میں ہیں جن سے بڑوں کیلئے عموماً اور بچوں کیلئے خصوصاً اردگرد کا ماحول دن بدن مزید پراگندہ اور خطرناک تر ہوتا جا رہا ہے خصوصاً اُن معاشروں میں جہاں مادّی لذات، لہو و لعب اور جنسی شہوات کی تسکین کو مقصدِ حیات بنالیا گیا ہے، شرم و حیا دن بدن مفقود ہو رہے ہیں، برائی کو بُرا گردانئے اور بیخ کنی کی کوشش کی بجائے برائی کا شعور بتدریج ختم کیا جا رہا ہے اور دجالی و شیطانی طاقتوں نے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پہ تسلط کے بل بوتے پہ پوری دُنیا میں بدی کی نمائش و تشہیر کے جال پھیلا رکھے ہیں اور جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ منوانے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا جا رہا ہے، بعض دانشور بجا طور پہ سوال کرتے نظر آتے ہیں کہ کیا آج کے انسان نے ترقی معکوس کا معرکہ سر کیا ہے؟ لیکن دوسری طرف جب ہم جدید ایجادات اور ترقیات کے جماعتِ احمدیہ پہ اثرات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ اخلاقی اور روحانی بیماریوں کا تریاق ان جدید ایجادات کے مفید استعمال میں مضمر ہے اور اِن کے ضرر رساں استعمال اور بد اثرات سے بچنا آج کا سب سے بڑا چیلنج ہے جس سے عہدہ برآ

ہونے کی صلاحیت صرف جماعتِ احمدیہ کو عطا کی گئی ہے اور ظلمتوں میں گھری انسانیت کیلئے اگر کہیں کوئی روشنی اور اُمید کی کرن نظر آتی ہے تو وہ یہی الٰہی جماعت ہے جس کی تخم ریزی اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ اور قیامت تک کے زمانوں کے تمام مسائل سے عہدہ برآ ہونے اور انسانیت کیلئے نجات کی راہیں نکالنے کیلئے کی ہے جماعتِ احمدیہ کے تعلق میں جملہ جدید ایجادات جماعتی ترقیات کو وسعت اور سرعت دینے میں کلیدی کردار ادا کر رہی ہیں ہم ان میں سے چند ایک کے جماعتِ احمدیہ پہ اثرات کا مختصر جائزہ لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ٹیلی گرام، ٹیلی فون، فیکس وغیرہ

پرانے وقتوں میں کہیں اطلاع پہنچانا ہوتی تھی تو آدمی روانہ کئے جاتے تھے جو گھوڑے اونٹ وغیرہ پہ یا پیدل سفر کر کے پہنچتے اور اس عمل میں کئی دن گزر جاتے تھے، مختلف مقامات کے لوگوں کے حالات سے آگاہی اور باہمی رابطہ انتہائی مشکل تھا، مگر اب جدید ذرائع مواصلات جو ڈاک، ٹیلگرام، ٹیلی فون، فیکس، موبائل فون اور کمپیوٹر کے توسط سے ای میل اور چیٹنگ chatting کی صورت میں بتدریج اس قدر تیز رفتار ہو چکے ہیں کہ ہزاروں میل دور رابطہ کر کے نہ صرف بات کی جاسکتی ہے بلکہ ایک دوسرے کو دیکھا بھی جاسکتا ہے، ان برق رفتار ایجادات کے توسط سے مبلغینِ احمدیت اسلام کا حسین پُرامن پیغام دُنیا کی دُور افتادہ آبادیوں تک پہنچا رہے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ سعید روحیں دامنِ احمدیت سے وابستگی اختیار کرتی جارہی ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ریڈیو، ٹی وی

آواز ریکارڈ کرنے والا آلہ فونوگراف 1877 میں ایجاد ہوا اور جب کچھ سالوں بعد عام لوگوں کے استعمال کیلئے میسر آنے لگا تو سیدنا مسیح پاکؑ نے اس پہ انتہائی خوشنودی کا اظہار فرمایا ؎

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈھو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے

(دُرِّثمین اُردو)

دوسری طرف اگر اُس زمانہ کے مخالفِ احمدیت مسلم علماء پہ نظر دوڑائیں تو وہ لاؤڈ سپیکر وغیرہ کے استعمال پہ کفر کے فتوے صادر کرتے نظر آتے ہیں، پھر 1900 میں ریڈیو اور 1923 میں ٹی وی ایجاد ہوا تو ان کا استقبال بھی اِن علماء کیطرف سے کفر کے فتوؤں سے کیا گیا مگر بعد میں اپنے فتوؤں سے انحراف کرتے ہوئے لاؤڈ سپیکر، ریڈیو، ٹی وی اور آڈیو ویڈیو آلات کا بے دردانہ استعمال نہ صرف شروع کر دیا بلکہ ان کے ذریعہ سے فتنہ وفساد کا ایک بازار گرم کر دیا جس میں وقت کے ساتھ شدت آتی جارہی ہے، جبکہ دیگر عوام الناس اِن ایجادات کو مثبت اُمور سے زیادہ موسیقی سے لطف اندوز ہونے، دیگر لغویات اور تفریح وغیرہ کیلئے استعمال کر رہے ہیں اور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ریڈیو، ٹی وی اور ایسی دیگر آڈیو ویڈیو ایجادات کئی لوگوں کیلئے وقت برباد کرنے، بیہودہ اخلاق سوز پروگرام دیکھنے کا ایک ذریعہ بن کر رہ گئی ہیں۔ جبکہ بچوں کیلئے کارٹون، ریسلنگ اور دیگر مخرب اخلاق پروگرام اُن کی پڑھائی اور اخلاقی تربیت کیلئے زہرِ قاتل ثابت ہو رہے ہیں، دوسری طرف جماعتِ احمدیہ کے افراد انتہائی خوش نصیب ہیں کہ ان ایجادات کے مثبت پہلوؤں سے مستفیض ہونے کے سامان اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اُن کیلئے پیدا کر دیئے ہیں۔ مولا کریم و قادر نے محض اپنے فضل وکرم سے افرادِ جماعت کی دینی اور دُنیوی بھلائی کیلئے ایم ٹی اے یعنی مسلم ٹی وی احمدیہ کی شکل میں ایک مطہر و مصفّٰی چشمۂ شیریں 1994 میں جاری کر دیا۔ ایم ٹی اے کے توسط سے یہ ٹی وی افرادِ جماعت کیلئے ہر نوع کی دینی و دُنیوی مفید معلومات اور اپنے محبوب امامِ جماعت سے ایک برق رفتار زندہ رابطہ اور تعلق قائم رکھنے کا انمول ذریعہ ہے جن کے خطباتِ جمعہ اور دیگر پروگرام بچوں بڑوں، بزرگوں عورتوں غرض جماعت کے سب طبقوں کو براہِ راست فیض پہنچا رہے ہیں، بچوں کیلئے خاص طور پہ ایم ٹی اے علم وآگہی اور اخلاقی تربیت کا ایک انمول خزانہ ثابت ہو رہا ہے، اس کے ذریعہ سے مختلف عالمگیر زبانیں سکھانے کے پروگرام، مزید ارصحت بخش کھانوں کی تراکیب، اعلیٰ علمی و ادبی ذوق کے حامل مشاعرے، مباحثے، علمی مقابلے، ہومیو پیتھک، ایلو پیتھک طبی معلومات کے پروگرام، مختلف ممالک کی سیر، مذاہب عالم، اسلام پہ اعتراضات کے کافی وشافی جوابات، آنحضور ﷺ کی مقدس سیرت اور احادیثِ مبارکہ، آپ کی ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کی سیرت وسوانح اور پھر اس زمانہ میں آنحضور ﷺ کے روحانی فرزند مسیح موعود علیہ

السلام کے زندگی بخش فرمودات (ملفوظات) اور تحریرات جو نظم اور نثر کی شکل میں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روحانی مائدہ کی شکل میں نازل ہورہی ہیں۔ ایم ٹی اے کے اس روحانی مائدہ کے علاوہ مختلف ملکوں میں ریڈیو کے ذریعہ اسلام کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کا مؤثر دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ پُرحکمت انداز میں اسلام کی حسین پُرامن تعلیم بھی دُنیا تک پہنچائی جارہی ہے اور آڈیو، ویڈیو کیسٹس کے ذریعہ بھی بھرپور انداز میں جماعت کا پیغام دوسروں تک پہنچایا جارہا ہے جن میں خلفائے احمدیت اور جماعت کے علماء کی مدلّل و پُرمعارف تقاریر اور مجالس سوال و جواب کے انمول خزانے موجود ہوتے ہیں، الحمدللہ کہ ایم ٹی اے اور اِن دیگر ذرائع کی برکت سے نیک فطرت روحیں جوق در جوق اسلام قبول کر رہی ہیں۔

انٹرنیٹ

کمپیوٹر دورِ حاضر کی ایک حیرت انگیز ایجاد ہے جو اب روزمرہ کی دفتری اور گھریلو لازمی ضرورت کا روپ دھار چکی ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا، مین فریم کمپیوٹر 1960 کی دہائی میں امریکہ کی آئی بی ایم کمپنی نے ایجاد کیا، پھر 1973 میں اِن کمپیوٹر مشینوں میں موجود معلومات کے باہمی تبادلے اور رابطے کیلئے انٹرنیٹ کی ایجاد منصۂ شہود پہ آئی اور 1976 میں چھوٹے سائز کا کمپیوٹر جس کو ڈیسک ٹاپ، عرفِ عام میں پرسنل کمپیوٹر یا پی سی کا نام دیا گیا عام گھریلو استعمال کیلئے امریکہ کے سٹیو وزنیک (Steve Wozniak) کی کاوشوں سے منظر عام پہ آیا، ورلڈ وائیڈ ویب (www) کی 1989 میں ایجاد سے انٹرنیٹ کے ذریعہ سے کمپیوٹر دُنیا کے کونے کونے میں تبادلۂ معلومات کے تیز ترین اور سستے ترین ذریعہ کی صورت میں متعارف ہونا شروع ہوا، ویب سائیٹس پہ معلومات کے ذخیرے موجود ہوتے ہیں اور انٹرنیٹ کی مدد سے ہر وقت ان تک رسائی ممکن ہوتی ہے جبکہ افراد کے درمیان برق رفتار باہمی رابطہ اور تبادلۂ خیال کی سہولت بھی میسر ہوتی ہے، انٹرنیٹ کے فوائد کی لسٹ بہت لمبی ہے لیکن اگر غلط استعمال ہو تو نتائج ناقابلِ بیان اور انتہائی بھیانک بھی ہوسکتے ہیں کیونکہ انٹرنیٹ پہ فحش اور غلیظ گندے شیطانی مواد کی بھی بھرمار ہوتی ہے جو قرآنی پیشگوئی:

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝

(التکویر: 13)

اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی

کے مطابق دوزخ کا نمونہ ہے، یوں اِسے ایک بڑے سمندر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جس میں قیمتی ہیرے جواہرات وغیرہ کے ساتھ ساتھ خطرناک سانپ اور خون خوار مچھلیاں وغیرہ بھی موجود ہوتی ہیں۔ جماعتِ احمدیہ انٹرنیٹ کی وساطت سے تمام ممکنہ مثبت مفید تربیتی اور تبلیغی کام سرانجام دے رہی ہے، جماعت کی ویب سائیٹ www.alislam.org پہ قرآنِ کریم، آنحضور ﷺ کی پاکیزہ سیرت و سوانح اور احادیثِ مبارکہ، تاریخ اسلام اور بانی جماعتِ احمدیہ مسیح پاکؑ کا نثر و نظم پہ مشتمل کلام انٹرنیٹ کے توسط سے ہر ایک کی دسترس میں ہمہ وقت موجود لائبریری میں موجود ہے، پھر حالاتِ حاضرہ اور مفید معلومات پہ مشتمل کتب کے علاوہ خلفائے احمدیت کے خطباتِ جمعہ، مجالس سوال و جواب، بعض منتخب کتب اور بے شمار نظمیں آڈیو صورت میں بھی موجود ہیں اور جب چاہے سنی جاسکتی ہیں۔ اسی انٹرنیٹ کے توسط سے ٹی وی اور ڈش اینٹینا کے بغیر ایم ٹی اے کی نشریات کمپیوٹر کے ذریعہ www.mta.tv پر میسر ہیں۔ اس طور انٹرنیٹ اس روحانی مائدہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کا شرف حاصل کررہا ہے جس سے لوگ چاہیں تو ہدایت حاصل کرکے اپنے رب کی رضا کی جنت کو پاسکتے ہیں یوں اس زمانہ کے بارہ میں قرآنی پیشگوئی کہ:

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝

(التکویر: 14)

جب جنت کو قریب کردیا جائے گا

پوری شان کیساتھ پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔

نشرواشاعت کی جدید سہولیات

پہلے وقتوں میں کتب شائع کرنا انتہائی مشکل تھا، اچھا معیاری کاغذ دستیاب نہ تھا، ماہر خوشنویس عرق ریزی سے ہاتھ سے لکھتے، اغلاط کی اصلاح (پروف ریڈنگ) کے بعد کئی بار کاتب کو سارا مسودہ از سرِ نو لکھنا پڑتا تھا اور جملہ مراحل میں سخت محنت کے علاوہ کئی کئی مہینے صرف ہوجاتے، سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا

زمانہ ابھی قریب کی بات ہے آپؑ کو جب کتب شائع کرنا ہوتیں تو بے شمار دقتیں پیش آیا کرتی تھیں اور کئی مہینے اس میں صرف ہو جاتے تھے، مگر آج کمپیوٹر پرنٹنگ میں لکھنے، غلطیوں کی اصلاح، اشاعت، جلد بندی غرض ہر مرحلہ بہت جلد، بآسانی اور کئی گنا بہتر معیار میں تکمیل پذیر ہو جاتا ہے۔ ان جدید ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے جماعت کا لٹریچر کثیر تعداد میں اعلیٰ معیار کی دیدہ زیب کتب کی صورت میں مختلف زبانوں میں شائع کیا جاتا ہے، پھر الیکٹرانک شکل میں یہ کتابیں جماعت کی ویب سائیٹ پر online library میں موجود ہیں اور دُنیا کے دور دراز علاقوں کے رہنے والے افراد جب چاہیں ان سے استفادہ کر سکتے ہے نشر و اشاعت کی اِن جدید سہولیات کا وجود میں آنا دیگر اُمور کے علاوہ قرآنِ کریم کی اس زمانہ کے بارہ میں پیشگوئی:

وَاِذَالصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝

(التکویر: 11)

اور جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی

کے پورا ہونے کی صورت میں حقانیتِ اسلام کی بیّن دلیل بھی ہے۔

جدید تیز رفتار سواریاں

پہلے وقتوں میں گھوڑے، خچر، گدھے اور اونٹ وغیرہ سواری کا ذریعہ ہوتے تھے، لوگوں کی ایک بڑی تعداد یہ جانور خریدنے کی استطاعت سے بھی محروم تھی اور پیدل سفر کرنے پہ مجبور تھی جبکہ سفر کیلئے معین راستے اور سڑکیں نہ ہونے کے برابر تھیں، دورانِ سفر موسمی تکالیف، طوفانوں، سانپوں اور جنگلی جانوروں سے مُڈھ بھیڑ کے نتیجہ میں کئی مسافر منزلِ مقصود کی بجائے موت کے منہ میں چلے جایا کرتے تھے، دُنیا کے دور دراز مُلکوں کا سفر خطرناک خواب خیال کیا جاتا تھا۔ احمدیت کے ابتدائی دور میں یُورپ، امریکہ، افریقہ وغیرہ میں پیغامِ احمدیت پہنچانے کیلئے مبلغین بھیجے گئے، کئی دنوں کے سخت تکلیف دہ سمندری سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے اُن میں سے کئی عین جوانی میں اِن ملکوں میں پہنچے، سالہا سال تک اپنے بیوی بچوں کا منہ تک نہیں دیکھ پائے اُن میں سے بعض واپس لوٹے تو اُن کے بچے جوان جبکہ وہ خود بوڑھے ہو چکے تھے، بعض ایسے بھی تھے جو اُدھر ہی وفات پا گئے اور وہیں مدفون ہیں۔ لیکن آج جدید برق رفتار سواریوں کے طفیل اُن دور دراز مُلکوں میں جانا، اہلِ خانہ کو ساتھ لے جانا اور بوقتِ ضرورت ملنے واپس آنا بہت آسان ہو چکا ہے، آج کے دور میں سفروں کیلئے اونٹ وغیرہ کا سوچنا دیوانگی خیال کیا جائے گا جو اِس زمانہ کے بارہ میں قرآنی پیشگوئی:

وَاِذَاالْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝

(التکویر: 5)

اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی

کا پورا ہونا ثابت کرتا ہے۔ پھر موجودہ دور کی سواریوں کے بارہ میں احادیث میں تفصیلی نقشہ کھینچا گیا ہے، مختصراً یہ کہ دجّال کا گدھا ہوگا جس کی خوراک آگ اور پانی ہوگی، وہ عام لوگوں کیلئے بطور سواری استعمال ہوگا، سواریاں اُس کے پیٹ میں آرام دہ اور روشنیوں والی جگہ پہ بیٹھیں گی، اسکے چلنے رکنے کی مقررہ جگہیں ہوں گی اور چلنے رُکنے کے اعلان ہوا کریں گے، وہ ہوا میں بادلوں کے اوپر چلے گا، ایک قدم اگر مشرق میں ہے تو دوسرا مغرب میں رکھے گا اور سمندر میں چلے گا تو گھٹنوں تک پانی ہوگا، غلّوں کے پہاڑ اٹھائے ہوئے چلے گا اور دجّال کی فرمانبرداری کرنے والوں تک پہنچائے گا، وہ تیز رفتاری سے مہینوں، سالوں کے سفر دنوں، گھنٹوں میں طے کرے گا،

(بخاری کتاب الفتن باب ذکر دجال و بھار الانوار، باب علامات ظهورِ دجال صفحه109)

ان تفصیلات پہ نظر ڈالنے سے نظر آتا ہے کہ چودہ سو سال پہلے جب جانوروں کی سواری کے علاوہ کسی اور سواری کا سوچنا ناممکنات میں سے تھا اُس وقت پیغمبرِ اسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آج کے دور کی ان جدید برق رفتار موٹر گاڑیوں، ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے، ان سواریوں کی ایجاد کا سہرا مخالف اسلام عیسائی طاقتوں کے سر ہے جنھوں نے اس زمانہ میں کھلم کھلا دجالیت کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے، ان جدید سواریوں کی ایجادات کی دوڑ میں 1903 میں امریکی ریاست اوہائیو کے دو بھائیوں وِلبر رائٹ اور اورول رائٹ Wilbur Wright and Orville Wright کی ہوائی جہاز کی ایجاد ایک سنگِ میل کی اہمیت رکھتی ہے، یہ ہوائی جہاز ہی ہے جس کا ایک قدم مشرق میں ہوتا ہے تو دوسرا مغرب میں۔ اس پیشگوئی کا پورا ہونا جہاں صداقتِ اسلام پہ

مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے وہاں دوسری طرف ان جدید سواریوں کی بدولت جماعت کے مبلغ دور دراز ملکوں تک پہنچ کر مسیح پاک کا پیغام پہنچا کر اُنکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی پیش خبری

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

(تذکرہ)

کو پورا کرنے کی توفیق پا رہے ہیں، بفضلِ تعالیٰ اب افرادِ جماعت دُنیا کے ہر خطہ میں بڑی تعداد میں موجود ہیں، جماعت کی روحانی اور اخلاقی ترقی کیلئے خلیفۂ وقت سے ہر فردِ جماعت کا ذاتی طور پہ ملاقات کرنا انتہائی اہم ہے، بفضلِ تعالیٰ موجودہ تیز رفتار سواریوں کی بدولت دُنیا کے مشرق و مغرب، شمال جنوب میں خلیفہ وقت کیلئے دورے کرنا اور افرادِ جماعت سے ملاقات کرنا ممکن ہو سکا ہے۔ امامِ جماعت کے ان بابرکت دوروں اور انفرادی ملاقاتوں کے فیض سے جماعت کے افراد میں خُدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے اور اُن کی روحانی تشنگی کی سیرابی کا سامان ہو جاتا ہے، ان جدید سواریوں کی بدولت افرادِ جماعت بھی آسانی سے جلسوں میں شرکت کر کے اپنی روحانیت اور باہمی محبت و اخوت کو بڑھاتے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

موجودہ ایجادات کا جماعتِ احمدیہ کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ ایجادات جماعتِ احمدیہ کی خاطر وجود میں لائی گئی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ افرادِ جماعت ان عظیم الشان سہولیات بہم پہنچانے والی ایجادات پہ اپنے مولا کریم و قادر کا شکر بجالانے کی حتی المقدور سعی کرتے ہوئے ان کا بھرپور مثبت تعمیری استعمال جہاں خود کریں وہاں دوسروں میں بھی اِس کو رواج دیں اور ان کے منفی اور ضرر رساں پہلوؤں پہ بیدار مغز نظر رکھتے ہوئے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش اور دعا کرتے رہیں، بالخصوص الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو دُشمن اسلام طاقتوں کی گرفت سے آزاد کرا کر اسلام کے حسین پر امن نور سے دُنیا کو منور کرنا آج جماعت احمدیہ کی ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اِسکی بہترین توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہدیہ تشکر: خاکسار اس مضمون میں بعض تراسیم کے مشوروں پہ محترم ڈاکٹر ظفر اللہ صاحب اور محترم ڈاکٹر ہارون اختر صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہے۔

❀.....❀.....❀.....❀.....❀

عشقِ قرآن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیواروں پر قرآنی آیات لکھ رکھی تھیں جن پر غور کرتے رہتے تھے۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت ہے کہ آپ بہت کثرت سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس ایک قرآن تھا جس پر نشان لگاتے تھے اور آپ نے دس ہزار سے زیادہ مرتبہ قرآن ضرور پڑھا ہے۔

(حیات النبی صفحہ 108)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

''انسان کو چاہیئے کہ کثرت سے قرآن شریف پڑھے۔۔۔قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اُٹھاوے۔''

(الحکم 31 جنوری 1904)

''اللہ تعالیٰ کی قسم وہ ایک لاثانی موتی ہے اس کا ظاہر بھی نور ہے اور اس کا باطن بھی نور ہے اور اس کے ہر لفظ اور کلمہ میں نور ہے وہ ایک روحانی جنت ہے جس کے خوشے پھلوں سے جھکے ہوئے ہیں اور اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اگر قرآن نہ ہوتا تو مجھے میری زندگی کا مزہ نہ آتا۔ میں نے اس کے حسن کو ہزاروں یوسفوں سے بڑھ کر پایا ہے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے قرآن سے بہت محبت ہے قرآن مجید میری غذا ہے میں سخت کمزور ہوتا ہوں قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مجھ میں طاقت آجاتی ہے باوجود اس کے کہ میں قرآن مجید دن میں کئی بار پڑھتا ہوں مگر میری روح کبھی بھی سیر نہیں ہوتی۔''

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 256)

(روزنامہ الفضل سالانہ نمبر 13 دسمبر 2007)